سربراہان و حکومت کے لئے رہتی دنیا تک سرچشمۂ ہدایت رہیں گے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے سارے عالم کے انسانوں کو خود ساختہ قوانین کی غلامی سے نکال کر قانونِ الٰہی کی اطاعت و فرمانبرداری میں دے دیا۔ (۸)

آج ہمیں نہ صرف اپنے معاشرے سے بلکہ دنیا سے غربت، بھوک، افلاس، بیماری، بیروزگاری ختم کر کے انسانیت کو تحفظ دینا ہے، بلکہ عالمی برادری میں اپنے اپ کو منوانا ہے اور یہ سب اسی وقت ممکن ہے جب ہم زمانے کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے جدید علوم و ٹیکنالوجی کے حامل ہوں، ایک روشن خیال، اعتدال پسند معاشرہ تشکیل دے سکیں، افراط تفریط، انتہا پسندی، شدت و بے اعتدالی سے پاک ہو، کیونکہ یہ انسانیت کے لئے زہر ہلاہل ہے، ''سخاوت اور فیاضی سے بہتر کوئی چیز نہیں سارے مذاہب نے اس کی تاکید پر تاکید کی ہے جو جس قدر زیادہ لٹا سکے وہ اسی قدر تعریف کے قابل سمجھا گیا، اسلام نے اس راہ میں بھی بے اعتدالی سے پرہیز کیا اور اس کو اچھا نہیں سمجھا کہ دوسروں کو دے کر تم خود محتاج بن جاؤ۔'' (۹)

اللہ تعالیٰ اپنے پسندیدہ بندوں کی اخلاقی خصوصیات کا ذکر کرتے ہوئے فرماتا ہے:

وَالَّذِیْنَ اِذَا اَنْفَقُوْا لَمْ یُسْرِفُوْا وَلَمْ یَقْتُرُوْا وَکَانَ بَیْنَ ذٰلِکَ قَوَامًاO (۱۰)

روشن خیالی، اعتدال پسندی، کتاب و حکمت کی تعلیم، لوگوں کی جان و مال کا تحفظ، امن و امان، حلم و برداشت، بین الاقوامیت کا تصور بھی اسوۂ حسنہ ہے، یہی میرے آقا کی سیرۃ طیبہ ہے۔ مغربی دانشور جے ایچ ڈینی سن (J.H.Denison) رقمطراز ہے: ''پانچویں اور چھٹی صدی عیسوی میں مہذب دنیا افراتفری کے دہانے پر کھڑی تھی، ایسا معلوم ہوتا تھا کہ چار ہزار سال کی مدت میں جس تہذیب نے بال و پر نکالے تھے اور وہ منتشر ہونے والی ہے اور انسان پھر اس بربریت کی طرف لوٹ جانے والا ہے جس میں ہر قبیلہ و فرقہ ایک دوسرے کے خلاف محاذ آرا ہو جائے اور امن و امان معدوم ہو جائے''۔ (۱۱)

آج ہمیں پیغمبر رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کی سیرتِ طیبہ کی روشنی میں نئے انداز میں سوچنا ہے، دنیا کے چیلنجوں کا مقابلہ کرتے ہوئے نہ صرف اپنے آپ کو محفوظ بنانا بلکہ خدا کی پوری دنیا کی حفاظت کرنی ہے، حالؔی نے آج ہی جیسے پیش آنے والے واقعات پر کہا تھا

دولت ہے نہ عزت نہ فضیلت نہ ہنر ہے
اک دین ہے باقی سو وہ بے برگ و نوا ہے(۱۲)

عصر حاضر کے تقاضے

ہر دور اور ہر زمانے کے تقاضے مختلف ہوتے ہیں، موجودہ دور ایک ایٹمی، تحقیقی اور عملی طور پر اپنے آپ کو منوانے کا دور ہے، دنیا کے اندر امتیاز حاصل کرنے کے لئے عالمی سطح پر ایسے کارنامے سرانجام دیئے جائیں جس سے خلق خدا کو فائدہ پہنچے اور دنیا کے سامنے مذہب اسلام کو اس کی حقیقی روح جو کہ روشن خیالی اور اعتدال پسندی پر مبنی ہے کی صورت میں پیش کرنے کی ضرورت ہے۔

حکمت و بصیرت کے ساتھ اسلام کا احیاء

فکر کے ساتھ اسلام کا احیاء کرنا ہے کہ مغرب اور عالمی برادری، اس کو امن و سلامتی اور معتدل مذہب کے طور پر سمجھیں بقول ایک جرمنستشرق خاتون اینڈریا لوئیگ Andrea) (Lveg جو وہ اپنے ایک مضمون (The Rerceplton of Islam in Western (Debete میں پیش کرتی ہیں:

''مغرب اسلام کو ایک ایسے مذہب کے طور پر زیر بحث لاتا ہے جو اسلامی ممالک کے بے شمار سیاسی، ثقافتی اور سماجی مظاہر کا ذمہ دار ہے۔ یہ بالکل واضح ہے کہ اسلام ایک مذہب کی حیثیت سے مغربی ممالک میں خوف پیدا کرتا ہے، مذہب کا وہ خوف جو ہمارا خیال ہے کہ ہم نے اپنے روشن خیال معاشروں سے ختم کر دیا ہے۔(۱۳)

وطن عزیز کا دفاع

ہمیں فکر و دانائی کے ساتھ وطن عزیز کا دفاع کرنا ہے، اس کی حرمت وعزت پر کوئی آنچ نہیں آنے دینا ہے، حکمت و بصیرت، دانائی اور فکر کے ساتھ اپنے عظیم سرمائے سائنس و ٹیکنالوجی کا دفاع کرنا ہے، اپنی حاصل شدہ ایٹمی قوت کو اپنے طرز عمل سے گنوانا نہیں ہے، اس کو نہ صرف بچانا ہے بلکہ مزید مؤثر بنانا ہے۔

مشترک سرمایہ

آج دنیا کو جس مذہب اور منشور کی ضرورت ہے، وہ روشن دین اسلام ہے "رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی بعثت اور نزول کتاب تمام نوع انسانی کا مشترک سرمایہ ہے، جس طرح خدا کی تمام مادّی نعمتیں ہر فرد کے لئے عام ہیں، اسی طرح یہ روحانی نعمت بھی تمام مخلوق کے لئے عام ہے" (۱۴)

ہادی برحق نبی اخرالزمان صلی اللہ علیہ وسلم کے بارے میں قرآن کریم کہتا ہے:

وَمَا اَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا رَحۡمَةً لِّلۡعٰلَمِین ۔ (۱۵)

اور ہم نے آپ (ﷺ) کو تمام عالم کے لئے رحمت ہی بنا کر بھیجا ہے۔

ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمَااَرۡسَلۡنٰکَ اِلَّا کافۃ لِّلنَّاسِ بَشِیۡراً وَّ نَذِیۡراً O (۱۶)

ہم نے آپ (ﷺ) کو تمام انسانوں کے لئے انجام سے باخبر کرنے والا اور خوشخبری دینے والا بنا کر بھیجا۔

ایک اور جگہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

قُلۡ یٰآ یُّھَا النَّاسُ اِنِّیۡ رَسُوۡلِ اللّٰہِ اِلَیۡکُمۡ جَمِیۡعًا ۔(۱۷)

آپ (ﷺ) کہہ دیجئے اے لوگو! میں تم سب کی طرف اللہ کا رسول بنا کر بھیجا گیا ہوں۔

قرآن کریم کا اعلان

خود قرآن مجید فرقان حمید اپنے بارے میں یہ اعلان کرتا ہے:

تَبٰرَکَ الَّذِیۡ نَزَّلَ الۡفُرۡقَان عَلٰی عَبۡدِہٖ لِیَکُوۡنَ لِلۡعٰلَمِیۡنَ نَذِیۡرَاO (۱۸)

پاک ہے وہ ذات جس نے حق و باطل میں فرق کرنے والا قرآن کریم اپنے بندے پر اتارا تا کہ وہ تمام انسانوں کو انجام سے ڈرائے۔

عالمی برادری:

آج عالمی برادری کی اصطلاح عام ہے، ہر فرد، قوم، ملک عالمی برادری میں مقام حاصل کرنے کے لئے کوشاں ہے، لیکن یہ ایک نا قابل تردید حقیقت ہے کہ عالمی برادری کا تصور سب پہلے قرآن کریم نے پیش کیا:

یٰٓاَیُّهَا النَّاسُ اِنَّا خَلَقْنٰكُمْ مِنْ ذَكَرٍ وَّ اُنْثٰى وَ جَعَلْنٰكُمْ شُعُوْبًا وَّ قَبَآئِلَ لِتَعَارَفُوْا۔ (۱۹)

اے لوگو! ہم نے تم کو ایک مرد اور ایک عورت سے پیدا کیا اور تم کو مختلف قوموں اور خاندانوں میں اس لئے تقسیم کیا کہ ایک دوسرے کو پہنچان سکو۔

حضور انور صلی اللہ علیہ وسلم نے بار بار یہ اعلان فرمایا:

الناس کلهم من ادم و ادم من تراب۔ (۲۰)

''آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام نے بھائی چارہ کی وجہ اور سبب صرف یہی نہیں بتایا کہ ہم پوری دنیا ایک ماں باپ کی اولاد ہیں بلکہ اس لئے بھی کہ یہ سب ایک ہی خدا کے بندے ہیں اور فرداً فرداً یہ سب اس رشتہ عبدیت میں جڑے ہوئے ہیں'' (۲۱) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا ہے: **کونو اعباداللّٰہ اِخواناً۔ (۲۲)** ''اللہ کے بندو! بھائی بھائی بن جاؤ''۔ اسلام محض عقل وضمیر کے اشتراک پر انسانی بھائی چارے کی بنیاد استوار نہیں کرتا بلکہ اس مادّی دنیا میں بھائی چارہ کی بنیاد و رشتہ خون پر رکھتا ہے، وہ کہتا ہے سارے انسان جس طرح ایک خدا کی مخلوق ہیں۔ **الخلق عیال اللّٰہ (۲۳)** ''ساری مخلوق اللہ کا کنبہ ہے''۔ اسی طرح وہ ایک ہی ماں کی اولاد ہیں، اوران میں ایک ماں باپ کا خون رواں دواں ہے۔ مجیب اللہ ندوی رقمطراز ہیں:

''جس طرح ایک ماں باپ کے لڑکے بھی مختلف رنگ وروپ، قوت وصلاحیت اور مختلف عقل و ضمیر کے ہوتے ہیں اسی طرح دنیا کے انسانوں میں رنگ ونسل اور قوت وصلاحیت کا اختلاف ہے، بہرحال ان سب میں کالے ہوں یا گورے، عربی ہوں یا عجمی، یورپین ہوں یا امریکن، ہندی ہوں یا جاپانی، ان کی رگوں میں ایک ہی ماں باپ کا خون دوڑ رہا ہے۔'' (۲۴)

اس ضمن میں ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

يٰـاَيُّهَا النَّاسُ اتَّقُوْا رَبَّكُمُ الَّذِيْنَ خَلَقَكُمْ مِّنْ نَّفْسٍ وَّاحِدَةٍ وَّخَلَقَ مِنْهَا زَوْجَهَا وَبَثَّ مِنْهُمَا رِجَالاً كَثِيْرًا وَّنِسَآءً (۲۵)

اے لوگو! اپنے رب سے ڈرو جس نے تمہیں ایک جان سے پیدا کیا اور پھر اسی سے اس کی بیوی کو پیدا کیا، پھر دونوں کے ذریعے بہت سے مردوں اور عورتوں کو پھیلایا۔

اور ایک جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَمِنْ اٰيٰتِهٖ خَلْقُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ وَاخْتِلَافُ ......اَلْسِنَتِكُمْ وَاَلْوَانِكُمْ ط اِنَّ فِىْ ذٰلِكَ لَاٰيٰتٍ لِّلْعٰلِمِيْنَ O (۲۶)

خدا کی نشانیوں میں زمین و آسمان کو پیدا کرنا بھی ہے، اور مختلف زبانوں اور مختلف رنگ کے انسانوں کا ہونا بھی ان سب میں تمام عالم کے لئے بڑی نشانیاں ہیں۔

شیخ سعدیؒ نے اسی تصور کو ان اشعار میں واضح کیا:

چوں بعضے زبعضے اگر کمتر اندر
دگر عضو ہارا نماند قرار (۲۷)

سارے انسان ایک دوسرے کے اعضاء ہیں، جس طرح ان میں کوئی چھوٹا عضو ہے اور کوئی بڑا مگر جب کسی عضو میں کوئی تکلیف ہوتی ہے تو دوسرے اعضاء بھی اس تکلیف کو محسوس کرتے ہیں۔

عصر حاضر کا سب سے اہم تقاضا

عصر حاضر کا سب سے اہم تقاضا یہ ہے کہ ہم روشن خیال، اعتدال پسند اسلامی معاشرہ تشکیل دیں، اور سب کو ساتھ لے کر چلنے کا جذبہ رکھتے ہوں اور ہمارے اندر عفوو درگزر، تحمل و برداشت رواداری کے ساتھ تحقیق و جستجو کا مادہ ہو، ہر مسلمان اپنی جگہ چلتا پھرتا میڈیا ہو اور ہماری سوچ کا محور زمین اور زمین کے اندر آسمان اور اس کی وسعتوں اور حقیقتوں کی تلاش

اور بحر و بر کا ہمارے لئے مسخر ہونا ہے۔

وَيَتَفَكَّرُونَ فِي خَلْقِ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ۔ (۲۸)

اور زمین و آسمان کی تخلیق میں غور کرتے ہیں:

وَحَمَلْنٰهُمْ فِي الْبَرِّ وَالْبَحْرِ۔ (۲۹)

اور ہم نے بحر و بران کے لئے مسخر کر دیئے۔

کا ہم صحیح معنوں میں مصداق بن سکیں۔ وطن عزیز اور عالم اسلام کا دفاع حکمت و بصیرت اور فکر و دانائی کے ساتھ کریں، کیونکہ جس طرح غلط فہمی کی بنیاد پر اور منفی پروپیگنڈے کے زور پر عالم اسلام کے خلاف منفی قوتیں سرگرم عمل ہیں، ہمیں انتہائی تدبر اور ہوشمندی سے نہ صرف اسے زائل کرنا ہے بلکہ وطن عزیز اور عالم اسلام کو بچاتے ہوئے اسلام کو روشن، درخشاں اور اعتدال پسند مذہب کے طور پر دنیا کے سامنے پیش کرنا ہے۔

معاشرہ معنی و مفہوم

(Society) کثیر التعداد بنی نوع انسان کی وہ جماعتی زندگی جس میں ہر فرد کے رہنے سہنے اور اپنی ترقی، حصولِ مقصد اور فلاح کے لئے دوسروں سے سابقہ پڑتا ہے اور جس ماحول سے فرد، بشر کو مفر ممکن نہیں، معاشرہ کہلاتا ہے۔ (۳۰)

''انسان ایک معاشرتی حیوان ہے، یا یوں کہئے ہمیشہ سے مدنی الطبع ہے اور اپنی فطرت میں جماعتی زندگی کا محتاج ہے، بغیر اجتماعیت کے اس کی زندگی بے کار ہے، انسان اپنی پیدائش سے لے کر موت تک معاشرے کا محتاج ہے، اس کا جسم، عقل اور خلق جیسے اہم عطیات بھی خالق کائنات، معاشرتی خلائق ہی کے لئے عطا فرماتا ہے۔ (۳۱)

اسلام اپنا ایک مضبوط اور پائیدار نظامِ معاشرت رکھتا ہے، جس کے اصول وضوابط مستقل و محکم ہیں، جس کا پورا مزاج عدل و انصاف سے مرکب ہے، اور جس کے تمام اجزاء باہم مربوط و ہم آہنگ ہیں، یہ نظام ایسا جامع و ہمہ گیر ہے کہ زندگی کے تمام مظاہر اور ہر طرح کی سرگرمیاں اس کے دائرے میں آ جاتی ہیں، یہ انسان کے قلب و ضمیر اور اس کے معاملات زندگی دونوں پر محیط ہے۔ (۳۲) اسلام، معاشرے میں ہر فرد کی جداگانہ شخصیت کا قائل ہے،

را کے سامنے ہر فرد کی ذمہ داری انفرادی ہے اور اسلامی معاشرے میں ہر فرد کی شخصیت کے تحفظ اور نشو ونما وارتقاء کا پورا موقع ہوتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مَنْ عَمِلَ صَالِحًا فَلِنَفْسِهٖ وَمَنْ اَسَآءَ فَعَلَيْهَا ط (۳۳)

جس کسی نے نیک کام کیا تو اپنے لئے کیا اور جس کسی نے برائی کی تو خود اس کے آگے آئے گی۔

ایک حدیث مبارک میں معاشرے میں بسنے والے ہر انسان کی زندگی کو اس طرح ذمہ دار بتایا گیا:

كُلُّكُمْ رَاعٍ وَ كُلُّكُمْ مَسْئولٌ عَنْ رَعِيَّتِهٖ۔ (۳۴)

تم میں سے ہر ایک نگہبان ہے اور تم میں سے ہر ایک سے اس کی رعیت کے بارے میں سوال کیا جائے گا۔

قرآن کریم نے ایک جگہ بڑی وضاحت کے ساتھ فرما '

وَاَنْ لَّيْسَ لِلاِنْسَانِ اِلَّا مَاسَعٰى۔ (۳۵)

انسان کو وہی کچھ ملتا ہے جس کی وہ کوشش کرتا ہے۔

روشن خیال، اعتدال اور جدّت پسند اسلامی معاشرے کی تشکیل

اگر ہم بنظر غائر جائزہ لیں اور حقیقت پسندی کا مظاہرہ کریں تو یہ امر بخوبی واضح ہوتا ہے کہ اسلام ہمیں ایک روشن خیال، اعتدال پسند اسلامی معاشرہ قائم کرنے کی ہر جگہ ترغیب دیتا ہے، ''روشن خیالی بذاتِ خود ایک مستحسن جذبہ اور انسان کی فطری خواہش ہے اگر انسان کے اندر روشن خیالی نہ ہو، تو انسان پتھر کے زمانے سے ایٹم کے دور تک نہ پہنچتا، اونٹوں اور بیل گاڑیوں سے طیاروں اور خلائی جہازوں تک رسائی حاصل نہ کرتا، موم کی شمعوں اور مٹی کے چراغوں سے بجلی کے قمقموں اور سرچ لائٹوں تک ترقی نہ کرسکتا۔ (۳۶)

جسٹس مولانا محمد تقی عثمانی فرماتے ہیں: ''اسلام جو کہ ایک فطری دین ہے کسی روشن خیالی پر کوئی پابندی عائد نہیں کرتا، بلکہ بسا اوقات اسے مستحسن قرار دیتا ہے، اور اس کی ہمت افزائی کرتا ہے''۔ (۳۷)

حافظ ابن جریر نقل کرتے ہیں کہ زراعات کی ترقی کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل مدینہ کو زیادہ سے زیادہ کاشت کرنے کا حکم دیا اور پیداوار بڑھانے کے لئے یہ تدبیر بتائی کہ کھیتوں میں اونٹوں کی کھوپڑیاں استعمال کیا کریں۔(۳۸) ایک اور حدیث ہے کہ تجارت کی ترقی کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے لوگوں کو مشورہ دیا کہ کپڑے کی تجارت کیا کرو کیونکہ کپڑوں کا تاجر یہ چاہتا ہے کہ لوگ خوشحال ہوں اور فارغ البال ہوں۔(۳۹) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے متعدد لوگوں کو تجارت کے لئے عمان اور مصر جانے پر آمادہ کیا۔(۴۰) زراعت اور معدنیات سے فائدہ اٹھانے کے لئے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ ارشاد فرمایا:

أُطلبوا الرّزق فی خبایا الارضِ۔(۴۱)

زمین کی پوشیدہ نعمتوں میں رزق تلاش کرو۔

عرب کے لوگ بحری بیڑے سے ناآشنا تھے، لیکن حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے مسرت کے ساتھ یہ پیش گوئی فرمائی کہ ''میری اُمت کے کچھ لوگ اللہ تعالیٰ کی راہ میں جہاد کے لئے سمندری موجوں پر اس طرح سفر کریں گے جیسے تخت نشین بادشاہ۔(۴۲)

روشن خیالی اور اعتدال پسندی کا اسلامی تصور

حقیقی روشن خیالی اور اعتدال پسندی قرآن وسنت کی مکمل اطاعت اور پاسداری سے عبارت ہے۔ ایمان، تقویٰ، عبادت، شریعت سے وفاداری، امت کے حقوق کی ادائیگی اور آخرت میں جوابدہی کا احساس وہ فریم ورک فراہم کرتے ہیں جس میں اسلام کی انصاف، اعتدال اور توازن پر مبنی مثالی تہذیب کی صورت گری ہوتی ہے، یہ ہدایت پر مبنی اور خواہشاتِ نفسانی سے پاک روشن خیالی اور اعتدال پسندی ہے یہ روشن خیالی اور اعتدال پسندی اسلام میں معتبر ہے، اس کی بنیاد وہ دعاء ہے جو ہر مسلمان نماز کی ہر رکعت میں اپنے رب کریم سے مانگتا ہے یعنی:

اِهْدِنَا الصِّرَاطَ الْمُسْتَقِيمَ ۝ صِرَاطَ الَّذِيْنَ اَنْعَمْتَ عَلَيْهِمْ ۙ
غَيْرِ الْمَغْضُوْبِ عَلَيْهِمْ وَلَا الضَّآلِّيْنَ ۝(۴۳)

اے ربّ! ہمیں سیدھا راستہ دکھا، ان لوگوں کا راستہ جن پر تونے انعام

فرمایا، جو معتوب نہیں ہوئے، جو بھٹکے ہوئے نہیں ہیں۔

ہدایت کوئی مبہم اور غیر متعین شئے نہیں، وہ اللہ تعالیٰ کی وحی اور اس کے رسول صلی اللہ علیہ وسلم کی سنت سے عبارت ہے اور روشنی کا اصل منبع بھی ہے یہی وجہ ہے کہ روشن خیالی کا ماخذ اس سے ہٹ کر کوئی دوسری شئے نہیں ہوسکتی اللہ تعالیٰ ہی کائنات کا نور ہے۔

اَللّٰهُ نُوْرُ السَّمٰوٰتِ وَالْاَرْضِ ۔ (۴۴)

اور اللہ تعالیٰ کی کتاب ہی انسانوں کو تاریکیوں سے نور کی طرف لاتی ہے۔

اور ارشاد باری تعالیٰ ہے:

يٰٓاَيُّهَا النَّاسُ قَدْ جَآءَكُمْ بُرْهَانٌ مِّنْ رَّبِّكُمْ وَاَنْزَلْنَآ اِلَيْكُمْ نُوْرًا مُّبِيْنًا ۔ (۴۵)

اے لوگو! تمہارے رب کی طرف سے تمہارے پاس دلیل روشن آ گئی ہے اور ھم نے تمہاری طرف ایسی روشنی بھیج دی ہے جو تمہیں صاف صاف راستہ دکھانے والی ہے۔

يَهْدِىْ بِهِ اللّٰهُ مَنِ اتَّبَعَ رِضْوَانَهٗ سُبُلَ السَّلٰمِ وَيُخْرِجُهُمْ مِّنَ الظُّلُمٰتِ اِلَى النُّوْرِ بِاِذْنِهٖ وَيَهْدِيْهِمْ اِلٰى صِرَاطٍ مُّسْتَقِيْمٍO (۴۶)

تمہارے پاس اللہ تعالیٰ کی طرف سے روشنی آ گئی ہے اور ایک ایسی حق نما کتاب جس کے ذریعے سے اللہ تعالیٰ ان لوگوں کو جو اس کی رضا کے طالب ہیں سلامتی کے طریقے بتاتا ہے اور اپنے اذن سے ان کو اندھیروں سے نکال کر اجالے کی طرف لاتا ہے اور راہِ راست کی طرف ان کی رہنمائی کرتا ہے۔'' واضح رہے کہ راہ راست بھی اعتدال کی راہ ہے۔

اعتدال پسندی اسلامی معاشرے کی اساس اور وقت کی اہم ضرورت:

اعتدال پسندی اسلام کی بنیادی خصوصیت ہے، نیز راہِ اسلام کی بنیادی نشانیوں

میں یہ وہ اہم نشانِ راہ ہے، جسے اللہ تعالیٰ نے دوسری ملتوں کے مقابلے میں اُمت مسلمہ کا وصف قرار دیا۔(۴۷) ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَكَذٰلِكَ جَعَلْنٰكُمْ اُمَّةً وَّسَطاً لِّتَكُوْنُوْا شُهَدَآءَ عَلَى النَّاسِ (۴۸)

اور اسی طرح تو ہم نے تم مسلمانوں کو اُمت وسط بنایا ہے تا کہ تم دنیا کے لوگوں پر گواہ رہو۔'' پس اُمت مسلمہ وہ انصاف اور اعتدال پسند اُمت ہے، جسے صراطِ مستقیم سے دائیں بائیں ہٹی ہوئی گمراہی اور ضلالت کے خلاف دنیا اور آخرت میں گواہ بنا کر کھڑا کیا گیا ہے۔(۴۹) ایک روشن خیال اعتدال پسند اسلامی معاشرہ اسی وقت تشکیل پا سکتا ہے جب معاشرہ کا ہر فرد امن کے قیام، مملکت کے استحکام، پرامن بقائے باہم کے لئے تحمل و برداشت، عفوودرگزر، حلم و بردباری اور رواداری کو فروغ دے، خطبہ حجۃ الوداع کے تاریخی موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

عَنِ ابن عمرؓ اَنَّهُ سَمِعَ النبيَّ صلى الله عليه وسلم يقول:
لاتَرجعُوْنَ بَعْدِیْ كفَّاراً يَضرِبُ بَعضُكُمْ رِقَابَ بَعض (۵۰)

حضرت ابن عمرؓ سے روایت ہے کہ انہوں نے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ فرماتے سنا میرے بعد کفر کی طرف نہ لوٹ جانا کہ ایک دوسرے کی گردن مارنے لگو۔

روشن خیال، اعتدال پسند

روشن خیال اور اعتدال پسندی نہ صرف یہ کہ بڑے خوش نما الفاظ ہیں بلکہ حقیقتاً یہ بڑے دل پذیر تصورات ہیں، اگر مسلم تہذیب و ثقافت، معاشرت اور شریعت پر اسلام کے فکری، نظریاتی اور اخلاقی تناظر میں غور کیا جائے تو یہ اس دین اور تہذیب کی امتیازی خصوصیات میں سے ہے، یہی وجہ ہے کہ معاملہ عقیدے کا ہو یا عمل کا، فرد کی زندگی ہو یا اجتماعی زندگی، عبادت ہو یا معیشت، حتیٰ کہ دوستی کے امور ہوں یا دشمنی اور جنگ کے، ان سب میں اسلام نے عدل کا حکم دیا ہے، جو کہ اعتدال اور توازن کی علامت ہے۔(۵۱) اسلام نے ہر سطح پر ہر اقدام کے لئے احتساب کی شرط لگائی ہے، جو شعور، اختیار اور روشن خیالی پر منحصر ہے اور

تعصب، جہل اور جانبداری سے محفوظ رکھتا ہے، یہی وجہ ہے کہ قرآن کریم نے اُمت مسلمہ کو خیر امت اور اُمت وسط قرار دیا ہے اور حضور اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے تمام امور میں اعتدال پسندی اور وسط کی راہ کو بہترین راستہ اور طریقہ قرار دیا اور فرمایا: **خیر الاُمورِ اَوْسَطُھَا** یعنی اُمت مسلمہ کے لئے اعتدال پسندی اور اعتدال کی راہ اپنانے کی ہدایت فرمائی، قرآن کریم میں متعدد جگہ اعتدال پسندی کو امت مسلمہ کا خاص وصف قرار دیا۔ (۵۲)

روشن خیال اعتدال پسند معاشرے
کی تشکیل کیلئے تجاویز واقدامات جان ومال کی حفاظت

ایک روشن خیال، اعتدال پسند اسلامی معاشرے کی تشکیل کے لئے سب سے پہلا قدم یہ ہے کہ اس معاشرہ میں ہر ایک بلاتخصیص رنگ ومذہب اپنے آپ کو محفوظ سمجھتا ہو، معاشرے کے ذمہ دار اس کی جان ومال کے تحفظ کے ذمہ دار ہوں، اسلام ہر انسان کی جان و مال کی حفاظت کی تاکید کرتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مَنْ قَتَلَ نَفْساً بِغَيْرِ نَفْسٍ اَوْ فَسَادٍ فِي الْاَرْضِ فَكَاَنَّمَا قَتَلَ النَّاسَ جَمِيْعاً وَمَنْ اَحْيَاهَا فَكَاَنَّمَا اَحْيَا النَّاسَ جَمِيْعاً۔ (۵۳)

جو کسی متنفس کو قتل کرے بغیر اس کے کہ مقتول نے کسی کو قتل کیا ہو یا زمین میں فساد پھیلایا ہو تو گویا اس نے تمام انسانوں کو قتل کر دیا اور جس نے کسی متنفس کو زندگی بخشی تو گویا اس نے تمام انسانوں کو زندگی بخشی۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

فَذٰلِکَ الْمُسْلم الذی لَهٗ ذمة اللّٰه ورسولهٖ فَلاَ تحفروا اللّٰه فی ذمّتِهٖ۔ (۵۴)

پس یہ وہ مسلم ہے جس کی جان و مال کی حفاظت کا ذمہ اللہ تعالیٰ نے لیا ہے، تو خبردار اللہ تعالیٰ کے ساتھ اس کی دی ہوئی ضمانت میں غداری نہ کرو۔

اسی طرح آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

كُلُّ الُمسلِمَ عَلَى المسلِمَ حَرامَ' دمه وماله وعَرُضهٗ۔ (۵۵)

مسلمان کی ہر چیز مسلمان پر حرام ہے، اس کا خون بھی، اس کا مال بھی اوراس کی آبرو بھی۔

اسی طرح اسلامی معاشرے میں بسنے والے غیر مسلم شہریوں کے باب میں بھی یہ اصول ہے۔ ''جوکوئی ہمارا ذمی ہےاس کا خون ہمارے خون کی طرح، اس کی دیت ہماری دیت کی طرح اوران کا مال ہمارے مال کی طرح محفوظ ہوگا۔'' (۵٦)

نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم نے خطبۂ حجۃ الوداع کے تاریخی موقع پر جو اعلان فرمایا تھا اس میں بھی جان و مال کے تحفظ کا کھلا ہوا اعلان تھا:

اِنَّ دماءَ کُمْ واَموٰالکم حرامُ علیکُمْ کحرمۃَ یوْمِکُمْ ھذٰ (۵۷)

عوامی فلاح و بہبود کے اقدامات اور عزت و ناموس کی حفاظت

ایک روشن خیال اعتدال پسند اسلامی معاشرہ اسی وقت تشکیل پاسکتا ہے جہاں معاشرے کے ہر فرد کی عزت و ناموس محفوظ ہو، اسلام ہر انسان کی عزت و آبرو کو برابر سمجھتا ہے۔ اسلام اخلاقی برتاؤ اور انسانی حقوق میں کسی فرد کسی طبقہ یا کسی گروہ کی جانبداری نہیں کرتا۔ ''آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حجۃ الوداع میں جان و مال کے ساتھ عزت و آبرو کی حفاظت پر بھی خاص طور پر زور دیا تھا۔ اِعـراضُـکُمْ عـلیـکمْ حَـرامُ' چنانچہ تمام علماء غیر مسلموں کے بارے میں متفقہ طور پر لکھتے ہیں۔ وَيَـجِـبُ كَفُّ الاَذٰیٰ عنه وَ تحریِمِ غیبتہٖ کالمسلمِ۔ (۵۸)

قاضی ابو یوسف کتاب الخراج میں فرماتے ہیں:

وَلَيُسَ لِلُامام اَن یخرُجَ شیْامنُ احدِ اِلاَبحق ثابتِ معروفِ (۵۹)

امام (حکومت) کو یہ حق حاصل نہیں ہے کہ وہ کسی ثابت شدہ قانونی حق کے بغیر کسی شخص کے قبضے سے اس کی کوئی شئے لے لے۔

یہ ساری باتیں محض اعلان یا منشور ہی نہیں بلکہ ایک مسلمہ حقیقت ہے کیونکہ جب اسلام اپنے پوری اسپرٹ کے ساتھ دنیا میں عملاً بااقتدار رہا ہے تو اس نے یہ حقوق انسان کو

دیئے۔''جزیرۃ العرب میں عیسائیوں کے مختلف مراکز تھے، جن میں سب سے بڑا مرکز نجران تھا۔ جب پورا جزیرۃ العرب دائرہ اسلام میں داخل ہوگیا تو نجران اور دوسرے علاقے کے عیسائیوں نے نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کے پاس صلح کے لئے اپنا وفد بھیجا اس وقت مسلمان اس پوزیشن میں تھے کہ اگر چاہتے تو چند دن میں ان مقامات کو زیر نگین کر لیتے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کے خلاف کوئی کارروائی نہیں کی اور ان کو اپنے مسلک و مذہب پر رہنے کی پوری آزادی دے کر ان سے صلح کر لی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم کا یہ صلح نامہ تاریخ کی کتابوں میں آج بھی درج ہے، ہم صرف اہل نجران کے معاہدہ صلح کے چند اقتباسات یہاں نقل کرتے ہیں، نجران کے عیسائیوں کے لئے خدا اور محمد صلی اللہ علیہ وسلم اس کے رسول کی یہ ذمہ داری ہے کہ ان کو ان کے دین سے زبردستی پھیرنے کی کوشش نہیں کی جائے گی، نجران اور ان کے ہمدردوں ہم نواؤں اور پاس پڑوس کے لئے خدا کی اور اس کے رسول کی یہ ذمہ داری ہے کہ ان کی جان ان کی ملت ان کی جائداد، ان کا مال، ان کے موجود اور ان کے غیر موجود تمام افراد محفوظ ہوں گے، ان کے کاروانِ تجارت ان کی مہم اس کے مثل جو چیزیں ہوں، سب مامون ہوں گی اور جس حیثیت میں ہوں وہ حیثیت باقی رہے گی اور ان کے حقوق میں کوئی تبدیلی نہ کی جائے گی۔ ان کے رہنما اپنے دین پر آزادی سے رہیں گے، ان کو اس سے پھیرا نہیں جائے گا، ان میں سے کسی شخص کی ظلم وزیادتی کی وجہ سے دوسرا شخص نہیں پکڑا جائے گا۔(۶۰)

شخصی آزادی

ایک معتدل روشن خیال اسلامی معاشرے کی تشکیل کے لئے ضروری ہے کہ ہر شخص کی انفرادی آزادی محفوظ ہو اور اس حد تک آزادی ہو کہ وہ دوسروں کی آزادی سلب نہ کرے۔(۶۱)

اسلام نے انسان کو ہر طرح کی آزادی عطا کی ہے بلکہ یہ کہنا صحیح ہوگا کہ اسلام سے پہلے انسان نہ جانے کتنی غلامیوں کی زنجیروں میں جکڑا ہوا تھا سب سے پہلے اسلام نے اسے ذہنی و عملی قید غلامی سے نجات دلائی ہے۔ اسے فکر و خیال تحریر و تقریر کی آزادی دی چلنے پھرنے سفر اقامت، آنے جانے کاروبار کرنے پر اس وقت تک کوئی پابندی عائد نہیں کرتا جب تک

اسلام کی کوئی بنیادی قدر مجروح نہیں ہوتی، پھر یہ کہ کسی کی حق تلفی وظلم ہو۔(۶۲)

ایک مرتبہ حضور اقدس صلی اللہ علیہ وسلم کے خطبے کے دوران ایک شخص نے اپنے ہمسایوں کے بارے میں پوچھا جو شبہے کی بنیاد پر گرفتار کرلئے گئے تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دو مرتبہ سوال سن کر سکوت فرمایا، تاکہ گرفتاری کی کوئی معقول وجہ ہو تو معلوم ہو جائے جب کوئی چیز سامنے نہ آئی تو فرمایا: خَلُّوْ جِیرانَہٗ (۶۳)

اسلام کا اصول یہ ہے کہ لاَ یُوسَرُ رَجلُ فِی الاسلام بغیر عدل(۶۴) اسلام میں کوئی شخص بغیر عدل کے قید نہیں کیا جا سکتا۔

عقیدہ وعمل رائے اور مسلک کی آزادی

ہر انسان کی خواہش ہوتی ہے کہ اس کو فکر و خیال کی آزادی ہو اس کو اپنے عقیدے کی قول و عمل کی آزادی ہو، اسلام ہر شخص کو اپنی آزاد رائے رکھنے کی اجازت دیتا ہے، بشرطیکہ وہ اختلاف رائے کو خون ریزی اور فتنہ وفساد کا ذریعہ نہ بنائے، اس کی بہترین مثال وہ ہے جو حضرت علیؓ نے خوارج کے مقابلے میں اختیار فرمائی، جو ریاست کے وجود ہی کی نفی کرتے تھے، حضرت علیؓ نے ان کو یہ پیغام بھیجا کہ ''تم جہاں چاہو رہو، اور ہمارے تمہارے درمیان شرط یہ ہے کہ تم خون ریزی اور رہزنی اختیار نہ کرو اور ظلم سے باز رہو۔''(۶۵)

اسلامی معاشرہ جو کہ معتدل مزاجی اور روشن خیالی کا حامل ہے اس میں دین کے معاملے میں مسلک کے معاملے میں جبر واکراہ سے کام لینے کی ہرگز اجازت نہیں اور نہ کسی کو زبردستی اپنا ہمنوا بنا سکتے ہیں، ربّ کائنات نے اس سلسلے میں یہ میثاقِ الٰہی جاری فرمایا:

لا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ قَدْ تَبَیَّنَ الرُّشْدُ مِنَ الغَیِّ۔(۶۶)

دین کے معاملے میں کوئی زبردستی نہیں، بلاشبہ ہدایت گمراہی سے الگ ظاہر ہو چکی ہے، قرآن حکیم نے تو باطل پرستوں کو بھی برا بھلا کہنے سے روکا اور اس کو معاشرے کی اعتدال پسندی کے خلاف سمجھا ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

وَلاَ تَسبُّوا الَّذِیْنَ یَدْعُوْنَ مِنْ دُوْنِ اللّٰہِ فَیَسُبُّوا اللّٰہَ عَدْوًا بِغَیْرِ عِلْمٍ۔(۶۷)

اورتم (اے مسلمانو!) ان کو جن کو یہ اللہ کے سوا پکارتے ہیں، برا بھلا مت کہو، کیونکہ پھر وہ بھی جہالت کی بناء پر حد سے تجاوز کر کے اللہ کی شان میں گستاخی کرنے لگیں گے۔

میاں بشیر احمد برصغیر میں دینی اداروں کے قیام کے حوالے سے رقمطراز ہیں:

''ان مساعی کا نتیجہ یہ ہوا کہ مذہب سے بیگانگی بہت حد تک کم ہوگئی اور مغرب کی ذہنی غلامی سے نجات ملی لیکن ساتھ ہی ایک ایسی فضا بھی پیدا ہوگئی جس میں اپنی ہر چیز اچھی اور دوسروں کی ہر چیز بری نظر آنے لگی۔'' (۶۸)

حضرت عمرؓ نے اپنے غلام استق کو اسلام قبول کرنے کی دعوت دی، لیکن جب اس نے انکار کیا تو فرمایا: لَا اِکْرَاہَ فِی الدِّیْنِ (۶۹) دین کے معاملے میں زبردستی نہیں۔ قرآن مجید نبی کریم صلی اللہ علیہ وسلم کو خطاب کر کے ہر مسلمان کو تنبیہ کرتا ہے:

وَلَوْشَآءَ رَبُّکَ لَاٰمَنَ مَنْ فِی الْاَرْضِ جَمِیًا اَفَاَنْتَ تُکْرِہُ النَّاسَ حَتّٰی یَکُوْنُوْا مُؤْمِنِیْنَ۔ (۷۰)

''اگر اللہ تعالیٰ چاہے تو زمین کے تمام رہنے والے مؤمن ہو جائیں، تو کیا تم لوگوں کو مؤمن بنانے میں جبر و اکراہ کرنا چاہتے ہو۔''

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اہل نجران کو مسجد نبوی ﷺ میں عبادت کرنے کی اجازت دی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

دَعُوْھُمْ فَصَلُّوْا اِلَی الْمَشْرِقِ۔ (۷۱)

ان کو اپنے حال پر چھوڑ دو، چنانچہ انہوں نے مشرق کی طرف رخ کر کے نماز پڑھی۔

حضرت عمر رضی اللہ تعالیٰ عنہ جب ایلیا (فلسطین) کے یہود سے صلح کے لئے تشریف لے گئے تو انہوں نے ان کے ہیکل یعنی عبادت گاہوں کو دیکھا کہ اس کے ہر طرف گردائی ہوئی ہے، آپؓ نے اپنے رومال سے جھاڑنا شروع کر دیا۔ یہ دیکھ کر تمام لوگ مسلمان ہوگئے اور آن کی آن میں گرد صاف ہوگئی اور وہ بالکل ظاہر ہو گیا۔ اسی سفر میں نماز کا وقت ہو گیا، آپؓ نے ہیکل سے باہر نکل کر نماز پڑھی، لوگوں نے پوچھا کیا ہیکل میں نماز جائز نہیں تھی۔ انہوں نے

اسلامی روح کے پیشِ نظر یہ حکیمانہ جواب دیا:

خشیتُ ان اُصَلّی فیھا فیزیلھا السلمونَ من بعدی وتتخذونھا مسجدا۔ (۷۲)

میں ڈرا کہ اگر میں اس میں نماز پڑھوں گا تو میرے بعد آئندہ مسلمان ہیکل کو گرا کر اس کی جگہ مسجد نہ بنالیں۔

قانون مساوات اور بلاتفریق انصاف کی فوری فراہمی

''ایک روشن خیال اعتدال پسند اسلامی معاشرے کی تشکیل کے لئے ضروری ہے کہ معاشرے کے تمام باشندے خواہ امیر ہوں یا غریب، سیاہ ہوں یا سفید، صاحب امر ہوں یا مامور، قانون کی نگاہ میں برابر ہوں اور سب پر ایک ہی قانون لاگو ہو۔(۷۳)اسلامی انصاف کو صرف عدالت تک محدود نہیں رکھتا بلکہ انفرادی، اجتماعی اور معاشرتی زندگی کے ہر گوشے میں منصف اور عادل بناتا ہے وہ جس طرح ایک فرد کے ساتھ انصاف کا حکم دیتا ہے اسی طرح قومی ملکی اور بین المملکتی معاملات میں بھی ہر ہر قدم پر اس کی نگرانی کرتا ہے اور ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اللّٰہَ یَامُرُکُمۡ اَنۡ تُؤَدُّوۡا الاَ ماناتِ اِلٰی اَھۡلِھَا وَاِذَا حَکَمۡتُمۡ بَیۡنَ النَّاسِ اَنۡ تَحۡکُمُوا بِالۡعَدۡلِ۔ (۷۴)

اللہ تعالیٰ حکم دیتا ہے کہ امانتوں کو امانت رکھنے والوں کے پاس صحیح طریقے سے پہنچا دو اور جب تم معاملات کا فیصلہ کرو تو عدل کے ساتھ کرو۔

ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یٰاَ یُّھَا الَّذِیۡنَ اٰمَنُوۡا کُوۡنُوۡا قَوّٰامِیۡنَ بِالۡقِسۡطِ۔ (۷۵)

اے ایمان والو انصاف کے لئے پورے طور پر کھڑے ہو جاؤ۔

اسلام انصاف کو محض قانونی معاشرتی یا سیاسی ضرورت ہی نہیں گردانتا بلکہ اسے ہر مسلمان کے ایمان کا حصہ قرار دیتا ہے اور انصاف کا فیضان حاکم ومحکوم دوست و دشمن سب کے

لئے یکساں قرار دیتا ہے:

لَا یَجْرِمَنَّکُمْ شَنَاٰنُ قَوْمٍ عَلٰی اَنْ لَّا تَعْدِلُوْا اِعْدِلُوْا ھُوَ اَقْرَبُ لِلتَّقْوٰی۔ (۷۶)

کسی قوم کی دشمنی تم کو آمادہ نہ کر دے کہ تم ان سے ناانصافی کرو، عدل و انصاف سے کام لو، یہ عدل وانصاف تقویٰ سے قریب ہے۔

ظالموں کے ساتھ انصاف وحسن سلوک کا ردّ عمل

مدینہ منورہ سے یہود نکلے تو انہوں نے خیبر میں جہاں ان کا سب سے بڑا مرکز تھا پناہ لی، اور وہاں سے ہر طرح کی سازشیں کرنی شروع کیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے مجبور ہو کر ان سے جنگ کی، جب ان کو شکست ہوئی تو مسلمانوں نے ان سے کوئی انتقام نہیں لیا، بلکہ انہوں نے اپنے خون کے پیاسے اور برسوں کے دشمن کے ساتھ جو عدل و انصاف کیا اس کو دیکھ کر وہاں کے یہودی پکار اٹھے: وبہٖ قامتِ السمآء والارض (۷۷) اسی انصاف سے زمین وآسمان تھمے ہوئے ہیں۔ فتح مکہ کے موقع پر جو تاریخی جملہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا اس کی گونج رہتی دنیا تک سنائی دیتی رہے گی: اَلیومَ یَوْمُ المرحمۃ (۷۸) آج تو رحم وکرم عفو ودرگزر کا دن ہے۔ اس موقعہ پر آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے حضرت یوسف علیہ السّلام کی مثال دیتے ہوئے فرمایا: کہ میں وہی کہتا ہوں جو حضرت یوسف علیہ السلام نے اپنے بھائیوں کے لئے کہا تھا:

لَا تَثْرِیْبَ عَلَیْکُمُ الْیَوْمَ یَغْفِرُ اللّٰہُ لَکُمْ۔ (۷۹)

آج کے دن تم پر کوئی سختی نہیں، اللہ تعالیٰ تمہاری مغفرت فرمائے۔

آقائے نامدار کے حسنِ سلوک ہی کی وجہ سے وادئ مکہ میں توحید کا پرچم ہمیشہ ہمیشہ کے لئے بلند ہوا۔ شان ولطف واحسان کا اس سے بڑا مظاہرہ کیا ہوگا کہ کعبہ کی کنجی قیامت تک کے لئے انہی عثمان بن طلحہؓ کو تفویض فرمائی، جن سے ایک بار درِ کعبہ کھلوانے کی خواہش حضور صلی اللہ علیہ وسلم نے دعوت اسلام کے ابتدائی دور میں کی، تو انہوں نے سختی سے انکار کر دیا تھا۔ (۸۰) یورپین دانشور ارتھر گلیمن (Arthor Gillman) پیغمبر رحمت محسن انسانیت صلی

اللہ علیہ وسلم کی مخالف مذہب دشمنوں کے ساتھ مثالی مذہبی رواداری اور عام معافی کے عملی مظاہرے کو ان الفاظ میں بیان کرتا ہے: ''محمد صلی اللہ علیہ وسلم کی فتح درحقیقت دنیا کی فتح تھی، سیاست کی فتح تھی، انہوں نے ذاتی مفاد کی ہر علامت کو مٹا ڈالا اور ظالمانہ نظام سلطنت کو جڑ سے اکھاڑ دیا، اور جب قریش کے مغرور و متکبر سردار عاجزانہ گردنیں جھکائے مجرموں کی طرح کھڑے تھے تو محمد صلی اللہ علیہ وسلم نے ان سے پوچھا کہ تمہیں مجھ سے کیا توقع ہے؟' رحم اے سخی و فیاض بھائی رحم' وہ بولے۔ ارشاد ہوا' جاؤ، تم سب آزاد ہو۔'' (۸۱)

معاشرتی مساوات

اعتدال پسند اسلامی معاشرے کی تشکیل کے لئے ضروری ہے کہ ہر ایک کو معاشرتی مساوات حاصل ہو، یعنی خون، رنگ، نسب، زبان، پیشہ، معاشی مقام وغیرہ کی بناء پر شہریوں کے درمیان کوئی امتیاز نہ برتا جائے، سب برابر ہوں، عزت و شرف اگر کسی کو حاصل ہو تو صرف علم و تقویٰ کی بنیاد پر۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

اِنَّ اَکْرَمَکُمْ عِنْدَ اللّٰہِ اَتْقٰکُمْ۔ (۸۲)

بے شک تم میں اللہ تعالیٰ کے نزدیک زیادہ عزت والا وہ ہے جو تم میں تقویٰ والا ہے۔

اسلام انسان کو ایک عالمگیر وحدت کے رشتے میں پروتا ہے اور اسے ایک اکائی تصور کرتا ہے، وہ اتنی بات مانتا ہے کہ اجتماعی زندگی کے ارتقاء اور نشوونما کے لئے قوموں اور گروہوں کا وجود ایک معاشرتی اہمیت ضرور رکھتا ہے مگر یہ عارضی اہمیت حق و ناحق کا معیار نہیں، قرآن کریم اس عارضی تقسیم کو خدا کی نشانی قرار دیتا ہے:

وَاخْتِلاَفِ اَلْسِنَتِکُمْ وَاَلْوَانِکُمْ اِنَّ فِیْ ذٰلِکَ لَاٰیٰتٍ لِّلْعٰلِمِیْنَ۔ (۸۳)

تمہاری زبانوں کے اور رنگوں کے اختلاف میں جہاں والوں کے لئے بڑی نشانیاں ہیں۔

''یہ واقعہ تاریخ میں ہمیشہ یاد رکھا جائے گا کہ دربار فاروقیؓ پر حضرت بلالؓ اور قریش

کے سابق سردار حضرت ابوسفیان دونوں حاضر ہیں، اور اندر آنے کی اجازت طلب کر رہے ہیں، اجازت لینے والے نے پہلے ابوسفیان کا نام لیا، پھر حضرت بلالؓ کا حضرت عمرؓ نے ڈانٹا کہ پہلے بلالؓ کا نام لو پھر حضرت بلالؓ کو اندر آنے کی اجازت دے دی اور حضرت ابوسفیان کو بغیر اجازت واپس جانا پڑا، علامہ اقبال نے کیا خوب کہا

جوہر ما بامقامے بستہ نیست　　بادۂ تندش بجامے بستہ نیست (۸۴)

فکر ورائے کی آزادی اور تنقید کا حق

ایک روشن خیال اعتدال پسند معاشرہ کی تشکیل کے لئے ضروری ہے کہ معاشرے میں بسنے والے ہر فرد کو یہ حق حاصل ہو، اپنی بات پوری آزادی کے ساتھ ارباب حکومت تک پہنچائے، اپنی مجبوریاں اور مسائل ان کو بتائے، ان کی پالیسیوں پر اعتراض اور تنقید کریں، ان کی بات سنیں اور ان کو اپنی بات سنائیں۔ (۸۵) ایک بار ایک آدمی نے حضرت عمرؓ سے کہا امیر المؤمنین اللہ تعالیٰ سے ڈریئے، مجلس کے بعض لوگوں نے اس کی بات پر ناپسندیدگی کا اظہار کیا تو آپؓ نے فرمایا: چھوڑ دو اس سے، تمہارے اندر کوئی بھلائی نہ رہے گی، جب تم یہ بات کہنا چھوڑ دو گے اور اگر ہم سننا چھوڑ دیں گے تو ہمارے اندر کوئی بھلائی نہ رہے گی۔ (۸۶)

ایک دن حضرت عمرؓ نے خطبہ دیتے ہوئے فرمایا:

''اے لوگو! تم میں جو شخص بھی میرے اندر کوئی ٹیڑھ بن دیکھے تو اسے چاہئے کہ مجھے سیدھا کر دے۔ آپؓ کی بات سن کر ایک آدمی نے کہا۔ خدا کی قسم اگر ہم تمہارے اندر کوئی ٹیڑھ دیکھیں گے تو ہم اپنی تلواروں کی دھار سے اسے سیدھا کر دیں گے۔'' حضرت عمرؓ نے اس کی بات سن کر نہ غصہ ہوئے نہ اسے گرفتار یا نظر بند کرنے یا تحقیق کرنے کا کوئی حکم دیا۔ بلکہ اعتماد کے ساتھ فرمایا: ''حمد اللہ ہی کے لئے ہے جس نے مسلمانوں میں ایسے فرد کو بنایا، جو عمرؓ کی ٹیڑھ کو اپنی تلوار کی دھار سے درست کرنے کا عزم رکھتا ہے''۔ (۸۷)

اجتماع، تنظیم سازی اور نقل و حرکت کی آزادی

ایک روشن خیال اعتدال پسند معاشرے کی تشکیل کے لئے ضروری ہے کہ ''وہاں کے شہری منظم و مجتمع ہو کر کام کریں اور بلا روک ٹوک ایک مقام سے دوسرے مقام منتقل ہوں،

اس کے بدلے معاشرے کے افراد ریاست کی ہر صحیح بات کو قبول کریں اور اطاعت کریں۔''(۸۸)

باہمی تعاون وخیر خواہی

ضروری ہے کہ معاشرے کی تشکیل ان خطوط پر ہو، ایسی فضا وجود میں آئے جہاں افراد آپس میں ایک دوسرے سے اور ریاست سے تعاون پر آمادہ ہوں، ایک دوسرے کے لئے آپس میں خیر خواہی اور ہمدردانہ جذبات رکھتے ہوں، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَتَعَاوَنُوْا عَلَى الْبِرِّ وَالتَّقْوٰی۔ (۸۹)

نیکی اور بھلائی میں ایک دوسرے کے ساتھ تعاون کرو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَا یُؤْمِنُ اَحَدُکُمْ حَتّٰی یُحِبَّ لِاَخِیْہِ مَایُحِبُّ لِنَفْسِہٖ۔ (۹۰)

تم میں سے کوئی شخص اس وقت تک مومن نہیں ہوسکتا جب تک کہ اپنے بھائی کے لئے وہ پسند نہ کرے جو اپنی ذات کے لئے کرتا ہے۔

یہاں تک کہ اگر معاشرہ میں باہمی نزاع کی کوئی صورت ہو تو قرآن کریم ہمیں حکم دیتا ہے:

وَاِنْ طَائِفَتٰنِ مِنَ الْمُؤْمِنِیْنَ اقْتَتَلُوْا فَاَصْلِحُوْا بَیْنَهُمَا۔ (۹۱)

اگر دو مسلمان گروہ آپس میں لڑ پڑیں تو ان میں صلح ومصالحت کرادو۔

انتہا پسندی سے گریز

اگر ہم عصر حاضر کے تقاضوں کو ملحوظ رکھ کر ایک روشن خیال اور اعتدال پسند اسلامی معاشرہ قائم کرنا چاہتے ہیں تو اس میں ہمیں تعلیمات نبوی ﷺ کی روشنی میں ہر صورت میں ہر حال میں انتہا پسندی سے بچنا ہوگا اور معاشرہ میں جہاں انتہا پسندی ہے، وہاں اعتدال کی راہ اپناتے ہوئے اس کو ختم کرنا ہوگا، اسلام ''سلامتی'' اور ایمان ''امن'' سے عبارت ہے، اسلام نے دنیا کو امن وسلامتی اور احترامِ انسانیت کا درس دیا ہے۔ اس نے پرامن بقائے باہم کے لئے بلاتفریق مذہب وملت، لَکُمْ دِیْنُکُمْ وَلِیَ دِیْنِ (۹۲) کا نظریہ عطا کر کے غیر جانبداری،

اعتدال پسند اور امن و سلامتی کا فلسفہ عطا کیا، اللہ تعالیٰ خود رحمٰن و رحیم ہے اور اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو رحمۃ للعالمین بنا کر مبعوث فرمایا ہے اسلام بنیادی طور پر ازخود انتہاپسندی اور فرقہ واریت کے خلاف ہے، مگر بدقسمتی سے آج اس کے ماننے والے ازخود اس کا شکار ہیں، بقول مولانا حالیؔ

جو تفرقے اقوام کے آیا تھا مٹانے
اس دین میں تفرقہ اب آکے پڑا ہے(۹۳)

معاشرے میں کسی بھی حوالے سے انتہاپسندی ہو، اسلام اس کی ہرگز اجازت نہیں دیتا، قرآن کریم اسے "غلوفی الدین" سے تعبیر کرتے ہوئے اس کی ممانعت کرتا ہے، ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِكُمْ وَلَا تَقُوْلُوْا عَلَى اللّٰهِ اِلَّا الْحَقَّ۔ (۹۴)

ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

قُلْ یٰۤاَهْلَ الْكِتٰبِ لَا تَغْلُوْا فِیْ دِیْنِكُمْ غَیْرَ الْحَقِّ۔ (۹۵)

آپ کہہ دیجئے اے اہل کتاب! اپنے دین میں ناحق مبالغہ نہ کرو۔

قرآن حکیم انتہاپسندی کے مقابلے میں میانہ روی، اعتدال پسندی اور متوازن پالیسی اختیار کرنے کی تعلیم دیتا ہے ارشاد ربانی ہے:

وَاقْصِدْ فِیْ مَشْیِكَ وَاغْضُضْ مِنْ صَوْتِكَ ۔ (۹۶)

اور میانہ روی اختیار کر، اپنی رفتار میں اور پست کر اپنی آواز کو۔

نماز کو اسلام کا بنیادی ستون، مؤمن کی معراج، رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم کی آنکھوں کی ٹھنڈک قرار دیا گیا، تاہم اس میں بھی اعتدال کا حکم دیا گیا۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَا تَجْهَرْ بِصَلَاتِكَ وَلَا تُخَافِتْ بِهَا وَابْتَغِ بَیْنَ ذٰلِكَ سَبِیْلًا ٥ (۹۷)

اور نماز میں اپنی آواز کو بہت بلند نہ کرو اور نہ بہت پست کرو اپناؤ اعتدال کی راہ۔

قرآن کریم نے اُمت مسلمہ کو ابلاغ اور تبلیغ دین کے ساتھ اعتدال پسندی اور غیر جانبداری کا اصول عطا کیا ہے۔قرآن ہدایت کرتا ہے:

عَلَيْكُمْ اَنْفُسَكُمْ لَا يَضُرُّكُمْ مَنْ ضَلَّ اِذَا اهْتَدَيْتُمْ۔ (۹۸)

اپنی فکر کرو، جب تم سیدھی راہ پر چل رہے ہو تو جو شخص گمراہ ہے، اس سے تمہارا کوئی نقصان نہیں۔

انسان حقوق وفرائض کے ابدی اور عالمی منشور خطبہ حجۃ الوداع کے موقع پر آقائے نامدار صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

اور سنو غلو سے بچنا، کیونکہ دین میں غلو کرنے والے تم سے پہلے بھی ہلاک کر دیے گئے۔(۹۹)

معاشرہ تحمل، برداشت اور حلم و بردباری سے عبارت ہونا چاہئے

روشن خیال اور اعتدال پسند اسلامی معاشرہ اسی وقت تشکیل پا سکتا ہے جب اس میں تعلیم عام ہو، اس کا ہر فرد زیور تعلیم سے آراستہ ہو، خصوصیات کے ساتھ معاشرے میں اسلامی اصولوں کے مطابق تحمل برداشت اور حلم و بردباری کی تعلیم عام ہو، کیونکہ یہی اسلامی تعلیمات کا امتیازی پہلو ہے، ایک شخص نے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم سے عرض کیا یا رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم مجھے کوئی نصیحت کیجئے اور ارشاد ہوا غصہ نہ کیا کرو، برداشت سے کام لو، انہیں یہ بات معمولی معلوم ہوئی، تو دوبارہ پھر سہ بارہ سوال کیا: آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ہر دفعہ فرمایا غصہ نہ کیا کرو۔(۱۰۰) اللہ تعالیٰ نے اپنے حبیب صلی اللہ علیہ وسلم کو مخاطب کر کے فرمایا:

فَاصْبِرْ كَمَا صَبَرَ اُولُوا الْعَزْمِ مِنَ الرُّسُلِ۔ (۱۰۱)

اور برداشت کیجئے، جس طرح ہمت اور عزم والے پیغمبروں نے برداشت کیا۔

ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَلَمَنْ صَبَرَ وَغَفَرَ اِنَّ ذٰلِكَ لَمِنْ عَزْمِ الْاُمُوْرِ۔ (۱۰۲)

اور البتہ جس نے برداشت کیا اور معاف کیا تو بے شک یہ عظیم کام

ہیں۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

مَنْ کَظَمَ غیظاً وَھُوَ یُسۡتَطِیۡعُ ان ینفذہ دعاہُ اللّٰہُ یَوۡمَ الۡقِیَامَۃِ عَلٰی رؤسِ الخلائق حَتّٰی یخیرَہٗ فی اَیّ الحُورُ شآءَ۔ (۱۰۳)

جو شخص قدرت کے باوجود غصے کو ضبط کرے گا، اللہ تعالیٰ قیامت کے دن سب کے سامنے بلا کر انعام کا مستحق قرار دے گا۔

دشواریاں نہیں آسانیاں اسلام کا ابدی اصول اور ایک ناگزیر تقاضا

ایک معتدل اور روشن خیال اسلامی معاشرے کی تشکیل کے لئے ضروری ہے کہ وہاں کے باشندوں کو ہر قسم کی سہولت و آسانی بہم پہنچائی جائے، سختی سے ہر ممکن پرہیز کیا جائے، جو کام تلواروں سے نہیں ہوسکتا وہ پھول کی پتیوں سے ہوسکتا ہے، جو کام بڑے بڑے پہلوان نہیں کرسکتے وہی کام ماں کی ممتا کر دیتی ہے۔ علامہ قرضاوی رقمطراز ہیں:

''جو لوگ کتاب وسنت کے نصوص، سیرت نبوی صلی اللہ علیہ وسلم اور سیرت صحابہؓ پر نگاہ ڈالیں گے، وہ یہ جان لیں گے کہ یہ چیزیں آسانی کی طرف بلاتی ہیں، دشواریوں کو دور کرنے کی دعوت دیتی ہیں، یہ چاہتی ہیں کہ اللہ تعالیٰ کے بندوں پر سختی اور شدت پسندی کا رویہ اپنانے سے دور رہا جائے۔'' (۱۰۴)

قرآن حکیم کی تعلیمات کا ہم مطالعہ کریں تو بھی پتہ چلتا ہے کہ ربّ کائنات اپنے بندوں کے لئے آسانی چاہتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

یُرِیۡدُ اللّٰہُ بِکُمُ الۡیُسۡرَ وَلَا یُرِیۡدُ بِکُمُ الۡعُسۡرَ۔ (۱۰۵)

اللہ تعالیٰ تمہارے ساتھ نرمی کرنا چاہتا ہے، سختی کرنا نہیں چاہتا۔

ایک اور جگہ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

یُرِیۡدُ اللّٰہُ اَنۡ یُّخَفِّفَ عَنۡکُمۡ وَخُلِقَ الۡاِنۡسَانُ ضَعِیۡفًا ٥ (۱۰۶)

اللہ تعالیٰ تم پر سے پابندیوں کو ہلکا کرنا چاہتا ہے، کیونکہ انسان کمزور پیدا کیا گیا۔

ایک اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

مَایُرِیْدُ اللّٰہُ لِیَجْعَلَ عَلَیْکُمْ مِنْ حَرَجٍ ۔ (۱۰۷)

اللہ تعالیٰ تم پر زندگی کو تنگ کرنا نہیں چاہتا۔

۔اور جگہ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

ذٰلِکَ تَخْفِیْفٌ مِّنْ رَّبِّکُمْ وَرَحْمَۃٌ ۔ (۱۰۸)

یہ تمہارے ربّ کی طرف سے تخفیف اور رحمت ہے۔

ایک صحابیؓ جن کے سر میں زخم تھا انہوں نے اپنے ساتھ کے کچھ لوگوں سے پوچھ انہیں طہارت حاصل کرنے کی ضرورت ہے تو اس زخم کی حالت میں وہ غسل کریں یا نہ کریں؟ ان لوگوں نے زخم کے باوجود یہ فتویٰ دیا کہ غسل واجب ہے، چنانچہ صحابیؓ نے غسل کرلیا اور پھر ان کا انتقال ہوگیا، جب آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کو یہ واقعہ معلوم ہوا تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: ''اللہ تعالیٰ انہیں تباہ کرے ان لوگوں نے اسے مار ڈالا اگر یہ لوگ مسئلہ نہیں جانتے تھے تو جاننے والوں سے کیوں نہیں پوچھا، نادانی کا علاج پوچھنا ہی تو ہے۔ (۱۰۹)

صحیح بخاری میں ہے کہ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم فرمایا:

اُکْلُفُوْ مِنَ الْاَعْمَالِ مَاتُطِیْقُوْنَ ۔ (۱۱۰)

اتنا ہی عمل کا التزام کرو جتنا تم کرسکو۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ارشاد فرمایا:

یَسِّروا وَلاَ تُعسِّروا بشّروا وَلاَ تنفّروا ۔ (۱۱۱)

ابویعلی نے اپنی مسند میں حضرت انس بن مالکؓ سے روایت کیا ہے کہ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا:

لَاتشدّدُوا علٰی اَنفسکُمْ فیشدّدَ علیکُمْ قوْمًا شدَّدُوا علٰی اَنْفُسِھِمْ فشدَّدَ علیھم فَتِلْکَ بَقَایَاھُمْ فِیْ الصَّوَامِعِ وَالدّیَارَاتِ (۱۱۲)

اپنے اوپر سختی نہ کرو، ورنہ یہ سختی تم پر لازم کردی جائے گی، ایک گروہ نے اپنے اوپر سختی کی تو ان کے اوپر سختی کی گئی اور اس گروہ سے بچے ہوئے

باقی افراد صوامع اور راہب خانوں میں ہیں۔

امتیاز و تخصص (Specialization) کا اہتمام .

ایک روشن خیال اعتدال پسند معاشرے کی تشکیل کے لئے ضروری ہے کہ وہاں پر بسنے والے اہل علم جو کہ معاشرے کے لئے کچھ کرسکیں اور معاشرے کو اقوامِ عالم اور عالمی برادر میں مقام دلائیں ان کا معاشرہ ان کی وجہ سے جانا جائے، ان خصوصیت کے حامل افراد کو احترام سے نوازا جائے ان کو فوقیت دی جائے، چاہے وہ ڈاکٹرز ہوں، انجینئرز ہوں، سائنسدان ہوں یا علماء کرام، اسلام میں اگرچہ متخصصین یا رجال دین کا کوئی طبقہ تو نہیں ہوتا لیکن اسلام علمائے متخصصین کی نفی نہیں کرتا بلکہ ان کے وجود کو تسلیم کرتا ہے۔ ارشادِ باری تعالیٰ ہے:

فَلَوْ لَا نَفَرَ مِنْ كُلِّ فِرْقَةٍ مِنْهُمْ طَائِفَةٌ لِيَتَفَقَّهُوْا فِي الدِّيْنَ وَلِيُنْذِرُوْا قَوْمَهُمْ اِذَا رَجَعُوْا اِلَيْهِمْ لَعَلَّهُمْ يَحْذَرُوْنَ۔ (۱۱۳)

مگر ایسا کیوں نہ ہوا کہ اِن کی آبادی کے ہر حصے میں سے کچھ لوگ نکل کر آتے اور دین کی سمجھ پیدا کرتے اور واپس میں جا کر اپنے علاقے کے باشندوں کو خبردار کرتے تاکہ وہ غیر مسلمانہ روش سے پرہیز کرتے۔

ایک اور جگہ ارشادِ ربانی ہے۔

فَسْئَلُوْا اَهْلَ الذِّكْرِ اِنْ كُنْتُمْ لَا تَعْلَمُوْنَ۔ (۱۱۴)

تم لوگ اگر علم نہیں رکھتے تو جاننے والے سے پوچھ لو۔

اسی طرح ارشادِ ربانی ہے:

وَلَوْ رَدُّوْهُ اِلَى الرَّسُوْلِ وَاِلٰٓى اُولِي الْاَمْرِ مِنْهُمْ لَعَلِمَهُ الَّذِيْنَ يَسْتَنْبِطُوْنَهٗ مِنْهُمْ۔ (۱۱۵)

حالانکہ اگر یہ اسے رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم اور اپنی جماعت کے ذمہ دار اصحاب تک پہنچائیں تو وہ ایسے لوگوں کے علم میں آ جائے جو ان کے درمیان اس بات کی صلاحیت رکھتے ہیں کہ اس سے صحیح نتیجہ اخذ کرسکیں۔

اسی طرح اللہ تعالیٰ نے فرمایا:

فَسْئَلْ بِهٖ خَبِيْراً۔ (۱۱۶)

اس کی شان بس کسی جاننے والے سے پوچھ لو۔

فرمانِ الٰہی ہے:

وَلَا يُنَبِّئُكَ مِثْلُ خَبِيْرٍO (۱۱۷)

حقیقت حال کی صحیح خبر تمہیں ایک خبر دار کے سوا کوئی نہیں دے سکتا۔

مدنی معاشرے کی روشن خیالی واعتدال پسندی کا ایک جائزہ

حضور پاک علیہ الصلوٰۃ والسلام نے ہجرت کے بعد مدینہ منورہ میں جو اسلامی معاشرہ قائم کیا وہ روشن خیالی اور اعتدال پسندی کی زندہ مثال ہے، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس معاشرے میں لوگوں کے درمیان جو تعلیمات عام کیں ان میں ایک اہم تعلیمی اصول یہ بھی ارشاد فرمایا: ''ایک دوسرے سے تعلقات منقطع نہ کرو، ایک دوسرے سے منہ نہ پھیرو، ایک دوسرے سے کینہ نہ رکھو، ایک دوسرے سے حسد نہ کرو اور اللہ کے بندو بھائی بھائی بن جاؤ۔'' (۱۱۸)

آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے یہ بھی ارشاد فرمایا: ''جو شخص لوگوں پر رحم نہیں کرتا، اس پر اللہ بھی رحم نہیں کرتا۔'' (۱۱۹)

یہودیوں سے اعتدال پسندی کا سلوک

قرآن کریم میں یہودیوں کا ذکر بہت خفگی اور کراہت کے ساتھ کیا گیا ہے ارشاد ربانی ہے: ''ان کے لئے پے در پے رسول بھیجے گئے مگر انہوں نے سرکشی کی، کسی کو جھٹلایا، کسی کو قتل کر ڈالا''۔ (۱۲۰) ''انہوں نے آخرت بیچ کر دنیا زندگی خریدی''۔ (۱۲۱) ''ان کے دل سخت ہو گئے ہیں، پتھروں کی طرح سخت بلکہ سختی میں ان سے کچھ بڑھے ہوئے ہیں۔ کیونکہ بعض پتھروں سے تو چشمے بھی پھوٹ نکلتے ہیں۔ (۱۲۲) یہودیوں نے انبیاءؑ پر بدترین الزامات عائد کئے، ان کے متعلق اللہ تعالیٰ کے غیظ وغضب کا اظہار ان کے مجموعہ کتب مقدسہ میں یسیاہ، یرمیاہ اور ان کے بعد آنے والے انبیاءؑ کی تمام کتابوں میں اللہ تعالیٰ کی ان پر غضبنا کی کا اظہار

حضرت عیسیٰ علیہ السلام کی ان متعدد تقریروں سے بھی ہوتا ہے جو اناجیل میں ہیں اور کلام پاک بھی ان کی توثیق کرتا ہے۔ ارشاد باری تعالیٰ ہے:

وَاِذْ تَاَذَّنَ رَبُّکَ لَیَبۡعَثَنَّ عَلَیۡهِمۡ اِلٰی یَوۡمِ الۡقِیَامَةِ مَنۡ یَّسُوۡمُهُمۡ سُوۡٓءَ الۡعَذَابِ اِنَّ رَبَّکَ لَسَرِیۡعُ الۡعِقَابِ۔ (١٢٣)

اور یاد کرو جب تمہارے ربّ نے اعلان کر دیا کہ وہ قیامت تک برابر ایسے لوگوں کو ان پر مسلط کرتا رہے گا جو ان کو بدترین عذاب دیں گے، یقیناً تمہارا رب سزا دینے میں تیز دست ہے۔

آپ صلی اللہ علیہ وسلم معاشرہ قائم کرتے ہیں تو انہی یہودیوں سے واسطہ پڑتا۔ جو سودخور تھے اور اس میں بڑے بے رحم سفاک تھے، ہمیشہ سازش کرتے آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی شرانگیزی اور بدباطنی سے واقفیت کے باوجود ان کے اور مسلمانوں کے تعلقات خوشگوار بنانے کی کوشش فرمائی مسلمانوں اور یہودیوں کے درمیان وہ تاریخی معاہدہ ہوا جو میثاق مدینہ کے نام سے جانا جاتا ہے اور اس بات کا غماز ہے کہ اسلام دوسروں کے ساتھ مل جل کر رہنے کا خواہش منداعتدال پسند اور روشن خیال مذہب ہے۔ معاہدہ ان شرائط پر ہوا،

١۔ خون بہا اور فدیہ کا جوطرقہ پہلے سے چلا آتا تھا اب بھی قائم رہے گا۔
٢۔ یہودیوں کو پوری مذہبی آزادی حاصل ہوگی۔
٣۔ یہود اور مسلمان آپس میں دوستانہ تعلقات رکھیں گے۔
٤۔ فریقین کی جب کسی تیسرے فریق سے جنگ ہوگی تو وہ ایک دوسرے کی مدد کریں گے۔
٥۔ کوئی فریق قریش کو امان نہ دے گا۔
٦۔ کوئی بیرونی طاقت مدینہ منورہ پر حملہ کرے گی تو دونوں مل کر دفاع کریں گے۔
٧۔ کسی دشمن سے اگر ایک فریق صلح کرے گا تو دوسرا بھی شریک صلح ہوگا۔ (١٢٤)

اس تاریخی معاہدے کی بدولت بقول ولیم میور (Meuir Sir William) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ایک عظیم مدبر اور سیاستدان کی طرح مختلف الخیال اور باہم منتشر لوگوں کو متحد اور یکجا کرنے کا کام بڑی مہارت سے انجام دیا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسی ریاست

اور معاشرے کے قیام میں کامیاب ہوئے جو بین الاقوامیت کے اصول پر مبنی تھا۔ (۱۲۵)

بنو نضیر جو کہ یہودیوں کا مشہور قبیلہ تھا، ہمیشہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی جان کے درپے رہا، ہمیشہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم اور اہل ایمان کے خلاف سازشیں کیں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کی سرکشی سے مجبور ہوکر جب اُن کا محاصرہ کیا۔ پندرہ دن کے بعد انہوں نے مجبور ہوکر صلح کی اور خیبر جانے کی اجازت مانگی تو آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اجازت دے دی اور وہ مدینے سے اس حال میں رخصت ہوئے۔ ''بنو نضیر اگر چہ وطن چھوڑ کر نکلے لیکن اس شان سے نکلے کہ جشن کا دھوکا ہوتا تھا، اونٹوں پر سوار تھے، ساتھ ساتھ باجا بجتا جاتا تھا، مطربہ عورتیں دف بجاتیں اور گاتیں تھیں۔ (۱۲۶)

ایک دفعہ یہودی نے سر بازار کہا: قسم اس ذات کی جس نے موسیٰ کو تمام انبیاء پر فضیلت دی، ایک صحابی نے یہ سن کر پوچھا محمد صلی اللہ علیہ وسلم پر بھی، اس نے کہا: ''ان پر بھی'' صحابیؓ نے غصہ میں اس کو ایک تھپڑ مارا، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کے عدل وانصاف کی شہرت تھی، وہ یہودی آپ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوا اور صحابیؓ کی شکایت کی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابیؓ پر برہمی ظاہر فرمائی۔ (۱۲۷)

مدنی معاشرہ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے پڑوسیوں سے ہمیشہ اچھا سلوک کرنے کی تلقین فرمائی، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے صحابہ کرامؓ کی ایک مجلس میں فرمایا:

اللہ کی قسم وہ ایمان نہیں لایا، وہ ایمان نہیں لایا، وہ ایمان نہیں لایا صحابہ کرامؓ نے پوچھا کون ایمان نہیں لایا، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا جو پڑوسیوں کے ساتھ اچھا سلوک نہین کرتا ایک اور موقع پر فرمایا: وہ شخص مسلمان نہیں جو اپنا پیٹ بھرے اور اس کا پڑوسی بھوکا ہو۔ (۱۲۸)

مدنی معاشرہ کے قیام کے دوران آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے عیسائیوں کے ساتھ ہمیشہ اچھا سلوک کیا، حاتم طائی کے بیٹے عدی اپنے قبیلے کے سردار اور مذہباً عیسائی تھے جس زمانے میں اسلامی فوجیں یمن گئیں یہ بھاگ کر شام چلے گئے ان کی بہن گرفتار ہوکر مدینہ آئیں، آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم نے ان کو بڑی عزت کے ساتھ رخصت کیا، وہ اپنے بھائی کے پاس گئیں اور کہا جس قدر جلدی ہو سکے انحضور صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضری دو،

وہ پیغمبر ہوں یا بادشاہ ہر حال میں ان کے پاس جانا مفید ہے۔ عدی رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کی خدمت میں حاضر ہوئے اور آپ صلی اللہ علیہ وسلم سے ایسے متاثر ہوئے کہ اسلام قبول کرلیا۔(۱۲۹)

''صلح حدیبیہ'' روشن خیالی اور اعتدال پسندی کا بے مثال نمونہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں مدنی معاشرے کے قیام کے دوران صلح حدیبیہ کا تاریخی واقعہ پیش آیا، جس سے اندازہ ہوتا ہے کہ نبی رحمت صلی اللہ علیہ وسلم امن وصلح کے کتنے خواہش مند تھے۔ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے پرامن بقائے باہم کے تحت معاہدے کو ترجیح دے کر جنگ سے اتنا گریز فرمایا کہ اس میں عام صحابہ بظاہر ذلت محسوس کررہے تھے، لیکن آقائے نامدار کی اس روشن خیالی نے بعد میں ثابت کیا کہ اسلام اور مسلمانوں کو اس سے کتنا فائدہ پہنچا۔ (۱۳۰)

امام زہریؒ فرماتے ہیں کہ ''صلح حدیبیہ'' ایسی عظیم الشان فتح تھی کہ اس سے قبل اس شان کی فتح نصیب نہیں ہوئی، باہم جنگ کی وجہ سے دونوں فریق آپس میں مل نہیں سکتے تھے، صلح حدیبیہ کی وجہ سے جنگ ختم ہوئی، امن قائم ہوا اور جو مسلمان اب تک مکہ میں اسلام کو ظاہر نہیں کرسکتے تھے وہ اعلانیہ احکامِ اسلام پر عمل کرنے لگے، باہمی منافرت اور دشمنی دور ہوئی، بات چیت کا موقعہ ملا، اسلامی مسائل پر گفتگو اور مناظرے کی نوبت آئی، مشرکین مکہ نے قرآن کریم سنا، جس کا اثر یہ ہوا کہ صلح حدیبیہ سے لے کر فتح مکہ تک اس قدر کثرت سے لوگ اسلام لائے کہ آغاز اسلام اور بعثت نبوی ﷺ سے لے کر اس وقت تک اتنے مسلمان نہیں ہوئے تھے''۔(۱۳۱)

عرب مصنف محمد احمد باشمیل اپنی کتاب ''صلح حدیبیہ'' میں ''اضطراب کے وقت ضبطِ نفس'' کے عنوان کے تحت لکھتے ہیں رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے صلح حدیبیہ کے ذریعے صحابہ کرامؓ کو جو درس دیا، اسے ہر انسان کو یاد رکھنا چاہئے کہ جو ذمہ داری اور قیادت کے منصب پر فائز ہو، وہ ضبط نفس اور اعصاب پر کنٹرول کرنے کا زیادہ پابند ہے، جہلاء کی زیادتی اور کم عقلوں کے مضطرب کرنے کے وقت صبر وتحمل اختیار کرنا اسوۂ نبوی ﷺ ہے، اس خلق

سے آپ آراستہ تھے۔اور آپ نے سخت ترین حالات میں اس کا التزام کیا، حالانکہ اس وقت آپ فریق مخالف (اپنے بدترین دشمنوں) کو دگنی سزا دینے پر قدرت رکھتے تھے۔(۱۳۲) برطانیہ کی مشہور مصنفہ کارین آرم اسٹرانگ (Karen Armstrong) سیرۃ طیبہ پر اپنی کتاب (Muhammad a westren attempt to understanding Isalm) میں اس تاریخی اور ناقابل تردید حقیقت کا اعتراف کرتے ہوئے لکھتی ہے:

> "Muhammad... founded a religion and a tradition that was not based cultural on the sword despite the western myth and whose Nome Islam, signifies peace and reconciliation"(P-266)
>
> محمد صلی اللہ علیہ وسلم ایک ایسے مذہب اور تہذیب کے بانی تھے جس کی بنیاد تلوار (جبر وتشدد) پر نہ تھی۔مغربی پروپیگنڈے اور افسانے کے باوجود اسلام کا نام امن اور صلح کا مفہوم رکھنے والا ہے۔

فاتحین کے لئے روشن خیالی کا نمونہ

آپ صلی اللہ علیہ وسلم کے دور میں فتح مکہ روشن خیالی، انسان دوستی اور مذہبی آزادی کا عظیم شاہکار ہے کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو اپنے بدترین دشمنوں کفار مکہ پر کامل اختیار اور اقتدار حاصل تھا اس تاریخی موقع پر محسن انسانیت کی سیرت طیبہ میں عفوودرگزر، تحمل و برداشت اور رواداری کا وہ تاریخی اور شاندار نمونہ نظر آتا ہے جو فتوحات کی پوری انسانی تاریخ میں آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو ممتاز کرتا ہے۔(۱۳۳) آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے اس موقعہ پر تمام امیدوں اور تصورات کے برخلاف رواداری پر مبنی مثالی انقلاب کا اعلان فرمایا: اَلْيَوْمَ يَوْمُ الْمَرْحَمَه۔(۱۳۴)

حضرت انسؓ راوی ہیں کہ جب آپ صلی اللہ علیہ وسلم مکے میں فاتحانہ داخل ہوئے تو تمام لوگ آپ صلی اللہ علیہ وسلم کو دیکھ رہے تھے لیکن آپ صلی اللہ علیہ وسلم تواضع کی وجہ سے سر جھکائے ہوئے تھے۔(۱۳۵) "Sprit of Islam" کے مصنف سید امیر علی لکھتے ہیں: بالکل بجا طور پر کہا گیا ہے کہ فتوحات کی تاریخ میں اس فاتحانہ ورود کی کوئی مثال نہیں ملتی۔

(۱۳۶) پیغمبر رحمت صلی اللہ علیہ وسلم کا سکھ سیرت نگار جی۔ سنگھ دارا ''فتح مکہ'' کے موقعہ پر رحمۃ للعالمین کے رحم وکرم اور رواداری پر لکھتا ہے: ''رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم نے اپنے قتل کا قصد کرنے والوں، اپنے نور چشم کے قاتلوں، اپنے چچا کا کلیجہ کھانے والوں، سب ہی کو معافی دے دی، اور قطعی معافی، قتل عام دنیا کی تاریخوں میں اکثر سنتے تھے، مگر قاتلوں کی معافی نہ سنی تھی۔''
(۱۳۷) آپ علیہ الصلوٰۃ والسلام کی تمام زندگی میں روشن خیالی کے حوالے سے ڈاکٹر حمید اللہ رقمطراز ہیں کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم مدینہ کے اندر آبادیوں کے قیام کے دوران مدنی (شہری) زندگی کے متعلق فرمایا: ''شہر کے اندر گلیوں کو اتنا چوڑا رکھو کہ دو لدے ہوئے اونٹ با آسانی گزر سکیں، گویا آج کے الفاظ میں آسانی کے ساتھ دو لاریاں آ جا سکیں۔ (۱۳۸) اس لئے کے گھروں اور گلیوں کی کشادگی انسانی خصائل پر اثر انداز ہوتی ہے۔

عہد صدیقیؓ کی روشن خیالی اور اعتدال پسندی

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ اپنی عفت، پارسائی، رحمدلی، راست بازی، دیانتداری، معاملہ فہمی، روشن خیالی، اعتدال پسندی، عجز، تواضع، زہد وتقویٰ کی بدولت بارگاہِ رسول اور محرم اسرار نبوت بن گئے تھے۔ انہوں نے اپنی زندگی اپنے رسول کے اسوۂ کے مطابق ہی گزاری۔ (۱۳۹) آپؓ عہد خلافت میں مجرموں کے ساتھ بڑی نرمی اور رحمدلی سے پیش آتے تھے۔ رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم وصال کے بعد اشعث بن قیس نے بھی اور جھوٹے مدعیان نبوت کی طرح نبی ہونے کا دعویٰ کیا، وہ جب گرفتار ہو کر حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کے سامنے پیش کئے گئے تو انہوں نے توبہ کی، آپؓ نے انہیں معاف کر دیا۔ (۱۴۰) اسی طرح طلیحہ نے بھی نبوت کا دعویٰ کیا، لیکن جب حضرت ابوبکرؓ کے پاس معذرت لکھ بھیجی تو ان کا دل آئینہ کی طرف صاف ہو گیا اور ان کو مدینہ واپس آنے کی اجازت دے دی۔ (۱۴۱)

حضرت ابوبکر صدیق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے جب شام کی مہم پر لشکر روانہ کیا تو امیر لشکر کو مخاطب کر کے فرمایا: ''تم ایک ایسی قوم کو پاؤ گے جنہوں نے اپنے آپ کو اللہ تعالیٰ کی عبادت کے لئے وقف کر دیا، ان کو چھوڑ دینا، میں تم کو دس وصیتیں کرتا ہوں، کسی عورت بچے اور بوڑھے کو قتل نہ کرنا، پھل دار درخت کو نہ کاٹنا، کسی آباد جگہ کو ویران نہ کرنا، بکری اور اونٹ کھانے

کے سوا بیکار نہ ذبح کرنا، نخلستان نہ جلانا، مالِ غنیمت میں غبن نہ کرنا اور بزدل نہ ہو جانا'' (۱۴۲)

عہد فاروقی کی اعتدال پسندی اور روشن خیالی

عہد فاروقی کا نظم ونسق اگرچہ بہت سخت تھا۔ لیکن ممالک مفتوحہ کے غیر مسلم باشندوں کے لئے ان کا دل بہت نرم تھا ان سے ہر طرح کا فیاضانہ، شریفانہ اور روادارانہ برتاؤ کیا، ان کے زمانے میں حضرت ابوعبیدہؓ کی سپہ سالاری میں شام فتح ہوا تو حضرت ابوعبیدہؓ نے وہاں کے لوگوں سے معاہدہ کیا کہ ان کے گرجے اور خانقاہیں محفوظ رہیں گی ان کو اپنے تہوار میں جھنڈے کے بغیر صلیب نکالنے کی اجازت ہوگی، حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے ان کو اس معاہدے کے بعد لکھ بھیجا کہ مسلمان ذمیوں پر ظلم نہ کرنے پائیں، نہ ان کو نقصان پہنچائیں نہ ان کا مال بے وجہ غصب کریں اور جتنی شرطیں ان سے کی جائیں ان کو پورا کیا جائے۔ (۱۴۳)

عہد فاروقی میں مصر کی فتح کے موقع پر حضرت عمرو بن العاص رضی اللہ تعالیٰ عنہ نے لڑائیوں کی تلخیاں دل سے بھلا دیں، جب وہاں کے عیسائیوں نے ان کو اپنے ہاں مدعو کیا تو آپؓ اپنے ہمرائیوں کے ساتھ دعوت میں شریک ہوئے اور پھر ان کو اپنے ہاں جوابی دعوت میں مدعو کیا۔ (۱۴۴)

ایک موقع پر حضرت عمر فاروق رضی اللہ تعالیٰ عنہ کہیں سے گزر رہے تھے ایک بوڑھے اندھے سائل کو بھیک مانگتے دیکھا تو اس سے پوچھا تم کس مذہب کے پیرو ہو، اس نے جواب دیا، یہودی ہوں پھر پوچھا بھیک کیوں مانگتے ہو، وہ بولا بوڑھا ہو کر محتاج ہو گیا ہوں، جزیہ کی رقم بھی ادا کرنی پڑتی ہے، حضرت عمرؓ اس کو اپنے گھر لے گئے اور گھر سے لا کر کچھ دیا، پھر بیت المال کے خازن کو بلا کر حکم دیا کہ اس کا اور اس طرح کے اور مجبور لوگوں کا خیال رکھو یہ بات انصاف کے خلاف ہے کہ ایسے لوگوں سے جوانی میں تو جزیہ وصول کر کے فائدہ اٹھایا جائے اور بوڑھے ہوں تو ان کو بے سہارا چھوڑ دیا جائے۔ اس کے بعد اس یہودی اور اس طرح کے دوسرے لوگوں کا جزیہ معاف کر دیا۔ (۱۴۵) حضرت عثمان غنی سیدنا حضرت علی مرتضیٰ رضی اللہ تعالیٰ عنہما اور دیگر صحابہ کرامؓ اسلاف کے کارنامے روشن خیالیوں اور اعتدال پسندیوں سے

تاریخ کے اوراق بھرے پڑے ہیں، مگر بدقسمتی سے بعض مسلمان علم سے دور اپنے اسلاف کی میراث سے ناآشنا اور انتہاپسندی کی طرف گامزن ہیں جس سے خود بھی نقصان اٹھا رہے ہیں اور غیر مسلموں کا داخلہ حلقۂ اسلام میں بند کرنے کا سبب بن رہے ہیں۔

حاصل کلام

یہ ایک ناقابل تردید حقیقت اور ضرورت ہے ہمیں فی زمانہ اس کے تقاضوں کو ملحوظ رکھتے ہوئے ایک روشن خیال اعتدال پسند اسلامی معاشرہ تشکیل دینے کی بے حد ضرورت ہے، جہاں ہر ایک رنگ، زبان، مذہب کی تفریق کے بغیر تمام شہری حقوق حاصل ہوں، ہر ایک کی جان و مال عزت ناموس محفوظ ہوں، تعلیم روزگار کے دروازے ہر ایک پر کھلے ہوں، پوری دنیا کا کوئی باشندہ یہاں آکر اپنے آپ کو اجنبی محسوس نہ کرے ہم اس رسول صلی اللہ علیہ وسلم کے امتی ہیں۔

جنہوں نے انسان دوستی، تحمل و برداشت، احترام انسانیت، پرامن بقائے باہم، غیر جانبداری اور امن و سلامتی کا پیغام دیا، رسول اللہ صلی اللہ علیہ وسلم کے اسوۂ حسنہ کے حوالے سے یہ ایک ناقابل تردید حقیقت ہے کہ آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے دنیا میں امن، رواداری، انسان دوستی اور احترام کے کلچر کو فروغ دینے میں اہم کردار ادا کیا۔(۱۴۶) ہمیں اپنے اسلاف کے کارناموں کو فراموش نہیں کرنا، بلکہ اپنی گمشدہ میراث کو حاصل کرنا ہے، ہمیں مغرب سے ٹکرانے کے بجائے ان سے جدید علوم ان خطوط پر حاصل کرنے ہیں جس طرح انہوں نے ہم سے حاصل کیا آج ہم عہد کریں تعلیمات نبوی ﷺ کو عام کریں گے، سیرت طیبہ کو فروغ دیں گے اور خود بھی اسوۂ حسنہ اپنائیں گے اور دوسروں کو بھی راغب کریں گے کسی بھی موقعہ پر حکمت و بصیرت کا دامن ہاتھ سے نہیں چھوڑیں گے، معاشرے میں ایسا چشمہ بن کر رہیں جس سے نفع و برکت کے دھارے رواں ہوں، آپ صلی اللہ علیہ وسلم نے فرمایا: مبارکباد ہے اس بندہ کے لئے جسے اللہ تعالیٰ نے خیر کی کنجی اور شر کے لئے بند بنایا''(۱۴۷) ہر ایک سے حسن ظن رکھتا ہے:

اِجۡتَنِبُوۡا کَثِیۡرًا مِّنَ الظَّنِّ۔ (۱۴۸)

بین الاقوامی تقاضوں اور ضرورتوں کو محسوس کریں، ہم کو اپنے رویئے سے دوسروں کو اپنے سے محبت کرنے والا بنانا ہے۔ ہمیں اپنے نوجوانوں کو اعلیٰ انسانی قدریں اور تکریم انسانیت سکھانی ہے۔ وَلَقَدْ کَرَّمْنَا بَنِیْ آدَمَ (۱۴۹) اور تحقیق ہم نے اولادِ آدم کو عزت بخشی ہے۔ دوسروں کا نقطہ نظر ہم کو سمجھنا ہے اور یہ دیکھنا ہے کہ اقوامِ عالم ہمیں کس زوایئے سے دیکھتی ہے اپنے معاشرے کے بارے میں اقوامِ عالم کی سوچ میں مثبت تبدیلی لا کر ان کو اپنا ہمنوا اور معاون بنانا ہے اپنے معاشرے سے عدمِ اعتماد کی فضا ختم کرنا ہے۔ جس نے معاشرے کو کھوکھلا کر دیا ہے بلکہ آج تو عالمی سطح پر قومی سطح پر مقامی سطح پر جھوٹ، پروپیگنڈہ اور دھوکہ دھی عام ہے، ہمیں بے یقینی عدم اعتماد کی فضا سیرۃ طیبہ کی روشنی میں ختم کرنی ہے اسی میں ہماری فلاح و نجات مضمر ہے۔

تجاویز

۱۔ ایک روشن خیال اعتدال پسند معاشرے کی تشکیل کے لئے ضروری ہے کہ ہر سطح پر تعلیم کو عام کیا جائے بین الاقوامی ضرورت و مانگ کے مطابق ایسے افراد تیار کئے جائیں جو کہ اقوامِ عالم کی ضرورت بن جائیں اور ان میں سے ہر فرد ہمارے معاشرے کا سفیر ہو اور اسوۂ حسنہ کا حامل ہو۔

۲۔ انتہائی تیزی سے بڑھتی ہوئی آبادی کو کنٹرول کیا جائے اس کے لئے نئی بستیاں بسائی جائیں کیونکہ انتہائی بڑھتی ہوئی گنجان آبادی فتنہ وفساد، ظلم واستحصال، ذہنی وروحانی و اخلاقی تربیت کی کمزوری، خودغرضی، مسائل اور انتہاپسندی کا سبب بنتی ہے۔

۳۔ معاشرہ میں فلاحی، رفاہی اور دکھی انسانیت کی خدمت کا جذبہ ہر سطح پر بیدار کیا جائے، اساتذہ، طلبہ، علماء اور ہر طبقے کے افراد کو اس میدان میں سرگرم عمل کیا جائے۔

۴۔ معاشرے میں مثبت اور تعمیری طرزِ عمل پیدا کرنے کے لئے ہر محلے میں جدید لائبریری، ہیلتھ کلب، کمیونٹی سینٹر اور تعلیمی باغ قائم کئے جائیں، جس سے معاشرے میں مثبت تبدیلی پیدا ہونے کے ساتھ امن وسکون اور محبت ویگانگت پیدا ہوگی۔

۵۔ عالمی برادری میں منفی پروپیگنڈے اور غلط فہمی کی بنیاد پر جو ایک عمومی تاثر قائم ہو رہا ہے کہ اسلام عدمِ رواداری، انتہا پسندی اور دہشت گردی کا مذہب ہے اپنے رویئے سے اس کو ختم کیا جائے اور معاشرے میں روشن خیالی اور اعتدال پسندی کو اپنایا جائے۔

۶۔ معاشرے سے معاشی ناہمواری کا خاتمہ کیا جائے، معاشی ترقی، غربت کے خاتمے اور عدل وانصاف کے حصول کو آسان اور عام کرنے کی سعی کی جائے۔

۷۔ دینی اداروں میں جس طرح جدید تعلیم کی ترویج کی کوشش کی جارہی ہے اسی طرح عصری تعلیمی اداروں میں بھی دینی تعلیم کا خاطر خواہ انتظام ہوتا کہ مستقبل کے معمار جدید تعلیم وٹیکنالوجی کے ساتھ اسوۂ حسنہ کے بھی حامل ہوں۔

۸۔ جان و مال کے تحفظ اور انتہا پسندی کے خاتمے کے لئے ضروری ہے کہ معاشرے میں قرآن وسنت اور اسلامی شریعت کا نفاذ کیا جائے، قصاص ودیت کے قوانین اور حدود وتعزیرات کے نظام کو موثر ومربوط بنایا جائے۔

۹۔ معاشرے میں خدمت خلق اور حقوق العباد کی ادائیگی کا جذبہ ہر سطح اور ہر فرد کے اندر پیدا کیا جائے کہ ہر فرد اپنی ذات میں خدمت خلق کا ادارہ بن جائے۔

۱۰۔ اسلام دوستی، حب الوطنی، دینی اور ملی یگانگت کے جذبے کو فروغ دیتے ہوئے معاشرے میں صبر وبرداشت تحمل وبردباری اور رواداری کو فروغ دیا جائے۔

اسوۂ حسنہ کی پیروی ہی ایک روش خیال اور اعتدال پسند معاشرے کی تشکیل کی ضامن ہے۔

اِنْ اُرِیْدُ اِلَّا الاِصْلَاحَ مَا اسْتَطَعْتُ وَمَا تَوْفِیْقِیٓ اِلَّا بِاللّٰہِ عَلَیْہِ تَوَکَّلْتُ وَاِلَیْہِ اُنِیْبُ۔ (۱۵۰)

حواشی وحوالہ جات

۱۔ حفیظ الرحمٰن صدیقی ڈاکٹر، جدید سائنس اور عصری تقاضے، جامشورو، ۱۹۹۵ء سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ صفحہ ۴۴

۲۔ سید سلیمان ندوی، خطبات مدراس، ص ۸۴

۳۔ مجیب اللہ ندوی، اسلام کے بین الاقوامی اصول وتصورات، لاہور، دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، ص ۲۹

۴۔ القرآن، سورۂ سبا، آیت ۲۸

۵۔ القرآن، سورۂ الفرقان، آیت ۱

۶۔ القرآن، سورۂ البقرہ، آیت ۱۷

۷۔ القرآن، سورۂ البقرہ، آیت ۱۴۲

۸۔ شبلی نعمانی، سیرۃ النبی ﷺ، کراچی، دارالاشاعت، ج ۷، ص ۴۱

۹۔ شبلی نعمانی، سیرۃ النبی ﷺ، محولہ سابقہ، ج ۶، ص ۲۵۵

۱۰۔ القرآن کریم، سورۂ فرقان، آیت ۶۷

۱۱۔ Denison, J.H/Emotion as the basis of civilization, London, 1928, P.262

۱۲۔ حالی، الطاف حسین، مسدس حالی، کراچی، فضلی سنز، ص ۳۱۷

۱۳۔ The Next threat: Perception of Islam, ed. by Jochen Heppila and Andrea Lueg. Pluto Press, London, 1995, P27.

۱۴۔ مجیب اللہ ندوی، مولانا، اسلام کے بین الاقوامی اصول وتصورات، لاہور ۱۹۹۰ء، دیال سنگھ ٹرسٹ لائبریری، ص ۲۹

۱۵۔ القرآن، سورۂ الانبیا، آیت ۱۰۲

۱۶۔ القرآن، سورۂ سبا، آیت ۲۸

۱۷۔ القرآن، سورۂ اعراف، آیت ۱۵۸

۱۸۔ القرآن، سورۂ الفرقان، آیت ۱

۱۹۔ القرآن، سورۂ حجرات، آیت ۱۳

۲۰۔ ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، السنن کراچی، اصح المطابع، ۲/۴۳۳

۲۱۔ مجیب اللہ ندوی، اسلام کے بین الاقوامی اصول وتصورات، محولہ سابقہ، ص ۳۳

۲۲۔ ترمذی، الجامع، جلد ۲، باب البر والصلۃ

۲۳۔ الحدیث بحوالہ اسلامی ثقافت، ڈاکٹر نصیر احمد ناصر،

۲۴۔ مجیب اللہ ندوی، اسلام کے بین الاقوامی تصورات، محولہ سابقہ، ص ۳۲

۲۵۔ القرآن، سورۂ انساء، آیت ۱

۲۶۔ القرآن، سورۂ الروم، آیت ۲۲

۲۷۔ شیخ سعدی، بحوالہ مجیب اللہ ندوی، اسلام کے بین الاقوامی تصورات، ص ۳۴

۲۸۔ القرآن، ال عمران، آیت ۱۹۱

۲۹۔ القرآن، بنی اسرایل آیت ۷۰

۳۰۔ اردو انسائیکلوپیڈیا، لاہور، ۱۹۸۴ء، طبع سوم، فیروز سنز

۳۱۔ خورشید احمد، پروفیسر، اسلامی نظریۂ حیات، کراچی، ۱۹۶۲ء، شعبہ تصنیف و تالیف

کراچی یونیورسٹی، ص ۴۰۲
۳۲۔ خورشید احمد، پروفیسر، اسلامی نظریۂ حیات، محولہ سابقہ، ص ۴۰۸
۳۳۔ القرآن، سورۂ حم سجدہ، آیت ۴۶
۳۴۔ البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح / ج ۱، ص ۲۹
۳۵۔ القرآن، سورۂ النجم، آیت ۲۹
۳۶۔ تقی عثمانی، جسٹس مولانا، اسلامی معاشرہ میں جدت پسندی کی حدود، اسلام آباد، دعوہ اکیڈمی، ص ۷
۳۷۔ تقی عثمانی، جسٹس مولانا، اسلامی معاشرہ میں جدت پسندی کی حدود، اسلام آباد، دعوہ اکیڈمی، ص ۷
۳۸۔ علی متقی الہندی، کنز العمال، حیدر آباد دکن، مجلس دائرہ المعارف العثمانیہ، ۱۹۵۴ء، جلد ۲، صفحہ ۱۲۹
۳۹۔ کنز العمال، محولہ سابقہ، جلد ۲، صفحہ ۱۲۹
۴۰۔ کنز العمال، محولہ سابقہ، جلد ۲، صفحہ ۱۹۷
۴۱۔ کنز العمال، محولہ سابقہ، جلد ۲، صفحہ ۱۹۷
۴۲۔ صحیح بخاری، کتاب الجہاد، بحوالہ تقی عثمانی، اسلامی معاشرے میں جدت پسندی کی حدود، محولہ سابقہ، ص ۹
۴۳۔ القرآن، سورۂ فاتحہ، آیت ۵ تا ۷
۴۴۔ القرآن، سورۂ النور، آیت ۳۵
۴۵۔ القرآن، سورۂ النساء، آیت ۱۷۴
۴۶۔ القرآن، سورۂ المائدہ، آیت ۱۶
۴۷۔ القرضاوی، ڈاکٹر محمد یوسف، الصحوۃ الاسلامیہ بین الحجود و التطرف، اردو ترجمہ: اسلامی بیداری، سلمان ندوی، لاہور، مکتبہ تعمیر انسانیت، ص ۱۰
۴۸۔ القرآن، سورۂ البقرہ، آیت ۱۴۳
۴۹۔ القرضاوی، اسلامی بیداری، محولہ سابقہ، ص ۱۱
۵۰۔ ابن حجر، فتح الباری، ۲۹/۱۳
۵۱۔ خورشید احمد، پروفیسر، روشن خیالی اعتدال پسندی، لاہور، ادارہ ترجمان القرآن، ص ۳
۵۲۔ دیکھئے القرآن، سورۂ بنی اسرائیل، آیت ۲۶، ۲۷، ۱۲۹، الفرقان، آیت ۴
۵۳۔ القرآن، سورۂ المائدہ، آیت ۳۲
۵۴۔ البخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، ۳۹/۱
۵۵۔ مسلم، الجامع، ۳۴/۱
۵۶۔ بحوالہ خورشید احمد، اسلامی نظریۂ حیات، محولہ سابقہ ص ۴۹۱
۵۷۔ بحوالہ مجیب اللہ ندوی، اسلام کے بین الاقوامی تصورات، محولہ سابقہ، ص ۵۵
۵۸۔ بحوالہ مجیب اللہ ندوی، اسلام کے بین الاقوامی اصول و تصورات، محولہ سابقہ، ص ۵۵
۵۹۔ ابو یوسف، کتاب الخراج، ص ۳۷
۶۰۔ البلاذری، فتوح البلدان، قاہرہ، دار النشر، ص ۴۷
۶۱۔ خورشید احمد، اسلامی نظریۂ حیات، محولہ سابقہ، ص ۴۹۱
۶۲۔ مجیب اللہ ندوی، اسلام کے بین الاقوامی اصول و تصورات، محولہ سابقہ، ص ۴۵

۶۳۔ ابوداؤد، السنن، ۲/۴۳۳

۶۴۔ مالک بن انس، امام، موطا، کراچی اصح المطابع

۶۵۔ نیل الاوطار، جلد ۷، ص ۱۳

۶۶۔ القرآن، البقرہ، ۲۵۶

۶۷۔ القرآن، الانعام، ۱۰۸

۶۸۔ تشکیل پاکستان، میاں بشیر احمد، سندھ ٹیکسٹ بک بورڈ جامشورو، ص ۳۴

۶۹۔ شبلی نعمانی، الفاروق، ملتان، مکتبہ صدیقیہ، جلد دوم، ص ۴۷۵

۷۰۔ القرآن، سورۂ یونس، آیت ۹۹

۷۱۔ ابن ہشام، سیرۃ النبویہ، بیروت، دارالمعارف، ۴/۵، مزید تفصیل کے لئے دیکھئے T.W.Ronold, The Preaching of Islam New Delhi. Kitabistan, 1999

۷۲۔ البدایہ والنہایہ، بحوالہ مجیب اللہ ندوی، اسلام کے بین الاقوامی اصول وتصورات، محولہ سابقہ، ص ۵۲

۷۳۔ خورشید احمد پروفیسر، اسلامی نظریۂ حیات، محولہ سابق، ص ۴۹۲

۷۴۔ القرآن، النساء، آیت ۵۸

۷۵۔ القرآن، النساء، آیت ۱۳۵

۷۶۔ القرآن، المائدہ، آیت ۸

۷۷۔ بحوالہ، مجیب اللہ ندوی، اسلام کے بین الاقوامی اصول وتصورات، محولہ سابقہ، ص ۲۷

۷۸۔ ابن قیم الجوزی، زادالمعاد، بیروت، مکتبہ الرسالہ، ۱۹۷۹ء، ۱/۴۳۳

۷۹۔ القرآن، سورۂ یوسف، آیت ۹۲

۸۰۔ نعیم صدیقی، محسن انسانیت، ص ۴۴۲

81. Arther Gillaman/ The saracens, London, P.184,185

۸۲۔ القرآن، الحجرات، آیت ۱۳

۸۳۔ القرآن، الروم، آیت ۲۲

۸۴۔ بحوالہ مجیب اللہ ندوی، اسلام کے بین الاقوامی اصول وتصورات، محولہ سابقہ، ص ۳۹

۸۵۔ خورشید احمد، اسلامی نظریہ حیات، محولہ سابقہ، ص ۴۹۳

۸۶۔ یوسف قرضاوی، اسلامی بیداری، محولہ سابقہ، ص ۱۷۵

۸۷۔ یوسف قرضاوی، اسلامی بیداری، محولہ سابق، ص ۱۷۶

۸۸۔ خورشید احمد، پروفیسر، اسلامی نظریہ حیات، محولہ سابقہ، ص ۴۹۲

۸۹۔ القرآن، سورۂ المائدہ، آیت ۲

۹۰۔ مسند، ج ۳، ص ۲۷۶

۹۱۔ القرآن، سورۂ حجرات، آیت ۹

۹۲۔ القرآن، سورۂ الکافرون، آیت ۶

۹۳۔ حالی، الطاف حسین، مسدس حالی، کراچی، فضلی سنز، ص ۵۱۷

۹۴۔ القرآن، سورۂ النساء، آیت ۱۷۱

۹۵۔ القرآن، سورۂ المائدہ، آیت ۷۷

۹۶۔ القرآن، سورۂ لقمان، آیت ۱۱

۹۷۔ القرآن، سورۂ بنی اسرائیل، آیت ۱۱۰

۹۸۔ القرآن، سورۂ المائدہ، آیت ۱۰۵

۹۹۔ ابن سعد، الطبقات الکبریٰ، بیروت، دارصادر،۲/۱۸۱

۱۰۰۔ المنذری، الترغیب والترہیب، قاہرہ، ادارة الطباعة المنيريه

۱۰۱۔ القرآن، سورۂ الاحقاف، آیت ۳۵

۱۰۲۔ القرآن، سورۂ الشوریٰ، آیت ۴۰

۱۰۳۔ ترمذی، الجامع،۴/۳۷۲

۱۰۴۔ القرضاوی، ڈاکٹر یوسف، اسلامی بیداری، محولہ سابقہ، ص ۲۶۳

۱۰۵۔ القرآن، سورۂ البقرہ، آیت ۱۸۵

۱۰۶۔ القرآن، سورۂ النساء، آیت ۲۸

۱۰۷۔ القرآن، سورۂ المائدہ، آیت ۶۰

۱۰۸۔ القرآن، سورۂ البقرہ، آیت ۱۷۸

۱۰۹۔ بحوالہ قرضاوی، اسلامی بیداری، محولہ سابقہ، ص ۲۵۴

۱۱۰۔ صحیح بخاری، بحوالہ شبلی نعمانی، سیرۃ النبی، کراچی، دارالاشاعت، جلد ۶ ص ۲۵۵

۱۱۱۔ طبرانی، بحوالہ معدن الدقائق، عبدالرؤف مناوی، لاہور، مطبع گیلانی، ص ۴۵۱

۱۱۲ ابوداؤد، سلیمان بن اشعث، سنن ابی داؤد، کتاب الادب، ص ۴۴

۱۱۳۔ القرآن، سورۂ التوبہ، آیت ۱۲۲

۱۱۴۔ القرآن، سورۂ الانبیاء، آیت ۷

۱۱۵۔ القرآن، سورۂ النساء، آیت ۸۳

۱۱۶۔ القرآن، سورۂ فرقان، آیت ۵۹

۱۱۷۔ القرآن، سورۂ فاطر، آیت ۱۴

۱۱۸۔ ترمذی، الجامع، ابواب البر والصلة، ماجاء فی الحسد

۱۱۹۔ ترمذی، الجامع، باب ماجاء فی رحمة الناس

۱۲۰۔ القرآن، سورۂ البقرہ، ۸۷، سورۂ المائدہ، آیت ۷۳

۱۲۱۔ القرآن، سورۂ البقرہ، آیت ۸۶

۱۲۲۔ القرآن، سورۂ البقرہ، آیت ۴۷

۱۲۳۔ القرآن، سورۂ الاعراف، آیت ۲

۱۲۴۔ ابن ہشام، ج ۱، ص ۲۷۹، سیرت النبی، ج ۱، ص ۲۷۵

125. Ameerali/The Sprit of Islam, Karachi, 1969, P.58

۱۲۶۔ شبلی نعمانی، سیرۃ النبی، جلد اول، ص ۳۷۹

۱۲۷۔ صحیح بخاری، بحوالہ سیرۃ النبی، ج ۲، ص ۳۷۰

۱۲۸۔ بخاری، محمد بن اسماعیل، الجامع الصحیح، کتاب الادب، باب الوصیة بالجار

۱۲۹۔ شبلی نعمانی، سیرۃ النبی، ج ۲، ص ۱۴۱

۱۳۰۔ یوسف الصالح شامی، سبل الہدیٰ والرشاد، قاہرہ، ۱۹۷۵ء، ۵/۸۷

۱۳۱۔ ابن حجر عسقلانی، فتح الباری، بیروت، دارالمعرفہ، ۵/۲۵۶

۱۳۲۔ محمد احمد باشمیل، صلح حدیبیہ، مترجم اختر فتح پوری، نفیس، اکیڈمی، ۱۹۸۵، ص ۲۵۶

۱۳۳۔ تفصیل کے لئے دیکھئے: ابن سید الناس/عیون الاثر فی فنون المغازی و الشمائل والسیر قاہرہ ۱۹۷۰ء، الواقدی، محمد بن عمر، کتاب المغازی، بیروت، موسسة الرسالہ، محمد شیث خطاب، الرسول القائد، بغداد، مکتبہ الحیاۃ، ۱۹۶۰ء

۱۳۴۔ ابن قیم، الجوزی، زادالمعاد، بیروت، مکتبہ الرسالہ، ۱۹۷۹ء، ۱/۴۲۳

۱۳۵۔ حاکم، المستدرک، ریاض، مکتبہ المعارف، ۴۷۳

۱۳۶۔ امیر علی، روح اسلام، ص ۱۲۹

۱۳۷۔ جی سنگھ دار، رسول عربی، لاہور، سیرت اکیڈمی، ۱۹۸۹ء، ص ۱۱۸

۱۳۸۔ حمید اللہ ڈاکٹر، خطباتِ بھاولپور، ادارہ تحقیقات اسلامی، ص ۲۰۷

۱۳۹۔ معین الدین ندوی، تاریخ خلفائے راشدین، ص ۵

۱۴۰۔ معین الدین ندوی، خلفائے راشدین، ص ۵۷

۱۴۱۔ یعقوبی، ج ۲، ص ۱۴۵

۱۴۲۔ معین الدین ندوی، خلفائے راشدین، ص ۶۱

۱۴۳۔ شبلی نعمانی، الفاروق، ج ۲، ص ۱۴۰

۱۴۴۔ شبلی نعمانی، الفاروق، ج ۱، ص ۱۲۰

۱۴۵۔ کتاب الخراج، باب ۱۳، فصل ۲

۱۴۶۔ تفصیل کے لئے دیکھئے:
T.W.Ronold, The perching of Islam New Delhi. Kitabistan, 1999

۱۴۷۔ ابن ماجہ، بحوالہ، قرضاوی، اسلامی بیداری، محولہ سابقہ، ص ۲۸۶

۱۴۸۔ القرآن، سورۃ الحجرات، آیت ۱۲

۱۴۹۔ القرآن، سورۂ بنی اسرائیل، آیت ۷۰

۱۵۰۔ القرآن، سورۂ ہود، آیت ۸۸

حضرت مولانا سید محمد یوسف بنوریؒ،
بانی جامعۃ العلوم الاسلامیہ کراچی،

بلغ العلی بکمالہ فاق الوری بنوالہ
کشف الدجی بجمالہ شمس ذکت بفعالہ
حسنت جمیع خصالہ من ھدیہ ومقالہ
صلوا علیہ وآلہ قدراً لفضلہ وجلالہ

آپ اپنے کمال سے بلندیوں پر پہنچے اور اپنی سخاوت سے کائنات پر چھا گئے
اپنے جمال سے اندھیروں کو دور کیا آپ کے مبارک افعال واعمال سے سورج نے روشنی پائی
آپ کے تمام خصال حسین ہیں آپ کی سیرت اور گفتار سے
آپ پر اور آپ کی آل اولاد پر دورد بھیجو آپ کے فضائل اور جلالت قدر کے پیش نظر

پروفیسر نسرین وسیم ☆

روشن خیالی واعتدال پسندی

تعلیماتِ نبویہ ﷺ کی روشنی میں

چشم اقوام یہ نظارہ ابد تک دیکھے　　　رفعت شان　رفعنا لک ذکرک دیکھے

یہ انسانی فطرت ہے کہ انسان اکثر اپنے عیوب سے بے خبر اور دوسروں کو الزام دینے میں جری ہوتا ہے چنانچہ اپنی نظر پر فریب کا شہتیر تو اسے نظر نہیں آتا لیکن دوسروں کی آنکھ کا تنکا تلاش کرنے میں یکا یک اس کی اندھی آنکھ خوردبین بن جاتی ہے۔

یہ حقیقت ہے کہ اسلام امن کا داعی، صداقت کا علمبردار اور انسانیت کا پیغامبر ہے۔ اس کی نگاہ میں نوع انسانی کا ہر فرد مساوات و مرتبہ کا مستحق ہے۔ وہ رنگ و نسل کے عیوب سے پاک ہے۔ اسلام انسانیت کو سنوارنے کے لئے اس دنیا میں وارد ہوا ہے۔ اللہ کا رب العالمین ہے۔ اس کا بڑا وصف یہ ہے کہ وہ رحمٰن و رحیم ہے۔ اس کے کلام کا سرعنوان ہی بسم اللہ الرحمٰن الرحیم ہے اس کی پہلی سورۃ ہی بسم اللہ کے بعد اَلْحَمْدُ لِلّٰهِ رَبِّ الْعٰلَمِيْنَ O لا الرَّحْمٰنِ الرَّحِيْمِ O سے شروع ہوتی ہے۔ اس کی تین سو سے زائد آیات میں صفت رحمت کا ذکر ہے۔ مسلمان اس کے سامنے سرتسلیم خم کرنے والے ہیں وہ رحیمی و کریمی سے انحراف اپنے ایمان میں نقصان سمجھتے ہیں ان کا عقیدہ ہی یہ ہے کہ وہ دنیا کے لئے رحمت ہیں اس لئے بھی کہ وہ رحمت للعالمین صلی اللہ علیہ وسلم کے پیرو ہیں۔

اسلام دین رحمت ہے، اس لئے کہ انسانیت کی تکمیل کے لئے جتنے فضائل اخلاق کی ضرورت ہوسکتی ہے، ان سب کی تعلیم ہمارے رسول اکرم صلی اللہ علیہ وسلم نے دی، اوران پر خود عمل کر کے دکھایا، ایمان، تزکیہ نفس، زہد، تقویٰ، عفت، پاکبازی، دیانت داری، شرم، رحم، عدل، عہد کی پابندی، احسان، عفو و درگزر، خودداری، شجاعت، استقامت، حق گوئی، استغنا،

☆ گورنمنٹ اسلامیہ ڈگری سائنس آرٹس کامرس کالج برائے خواتین لائنز ایریا، کراچی

محبت اور شفقت وغیرہ کی جو اعلیٰ سے اعلیٰ تعلیمات ہوسکتی ہیں، وہ آپ کے ذریعہ ہم کو ملیں، اور جتنے رزائل ہوسکتے ہیں ان سب کی مذمت اور ممانعت کی گئی ہے، ان تعلیمات کے بعد یہ کہنے میں فخر ہوتا ہے کہ اسلام کا رب، رب المسلمین ہی نہیں، بلکہ رب العالمین ہے، اور اس کا رسول رحمۃ للمسلمین کے ساتھ ساتھ رحمۃ للعالمین ہے، اگر کوئی اس حقیقت کو تسلیم کرنے سے گریز کرے تو یا تو اس کا یہ مذہبی تعصب ہے یا اسلام کی تعلیمات سے ناواقفیت اس کے بیچ میں حائل ہے یا وہ غلط رائے قائم کرنے کی منفیانہ ذہنیت میں مبتلا ہے۔''

''ہمارا اصلی مسلک تو یہ ہے کہ ہم انسانیت کو سنوارنے کے لئے اس دنیا میں ہیں، ہمارا رب، رب العالمین ہے، وہ توّاب ہے، وہ ذوالرّحمہ ہے، خیرالرّاحمین ہے، وہ کریم ہے، وہ حلیم ہے، وہ حفیظ ہے، وہ ستار ہے، وہ غفار ہے، وہ ذوالجلال والاکرام ہے، ہم اس کے سامنے سرِ تسلیم خم کرنے والے ہیں، تو پھر رحیمی، کریمی، حلیمی، ستاری سے انحراف کرنا اپنے ایمان میں خلل ڈالنا ہے، ہمارا عقیدہ یہ بھی ہے کہ ہم دنیا کے لئے رحمت اس لئے بھی ہیں کہ ہم رحمۃ للعالمین کے پیرو ہیں۔''

یورپ کے متعصب ناقدین روز روشن کی طرح آشکارا حقیقت کو کذب وافتراء کے روپ میں اسلام کی ایسی خود ساختہ تصویر پیش کرتے ہیں کہ خونریزی، غارت گری اور بدامنی کا خونیں منظر نگاہ کے سامنے پھر جاتا ہے اور ایسا معلوم ہوتا ہے کہ بے پردہ اور برہنہ لونڈیوں کی قطاریں کھڑی ہیں۔ کہیں ٹوٹی ہوئی صلیبوں کے انبار دکھائی دیتے ہیں کسی جگہ زنار کا ڈھیر دکھائی دیتا ہے۔ مندر ویران اور گرجے مسمار ہیں۔ نہ برہمن کو کہیں امن ہے نہ کلیسا کے راہب کے لئے امن، نہ عورتیں محفوظ ہیں نہ بچے مامون۔ کچھ قتل کر دیئے جاتے ہیں جو باقی بچ جاتے ہیں وہ ناک میں نکیل ڈلوائے حبشی سرداروں کے کوڑے کھاتے نخاس کی طرف گھسٹتے دکھائی دیتے ہیں، جہاں انسانیت عظمیٰ دو ٹکوں میں فروخت کی جاتی ہے۔(۱)

عصر حاضر کا تقاضہ

اسلام ایک آفاقی مذہب ہے جو پوری دنیا اور ہر زمانہ کے لئے شمع ہدایت بن کر آیا ہے۔ اسلام کا بنیادی مقصد ایک ایسے عالمگیر معاشرہ کی تشکیل ہے جو روشن خیالی اور اعتدال